لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ
مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
جلد ۲۹ | ۱۰ راگست ۱۹۹۲ء مطابق ۱۰ رصفر ۱۴۱۳ھ | شمارہ ۱۹

۶۶۴۲
۱۰۶۱۲۰

اداریہ

(مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی)

ہماری اندر کی خرابیاں
ہماری کامیابیوں کی راہ کا پتھر ہیں

دنیائے اسلام میں اس وقت ایک طرف تو اسلامیت کے اثرات ابھر رہے ہیں، مسلمانوں میں اپنے شاندار ماضی کی طرف لوٹنے کی تڑپ پیدا ہو رہی ہے اس کے اثر سے جگہ جگہ تحریکیں اور انجمنیں کام کرنے لگی ہیں اور جگہ جگہ اسلام کو اس طرح نافذ کرنے اور اس کا نظام قائم کرنے کا مطالبہ شروع ہو گیا ہے جس طرح وہ عہد اول میں نافذ کیا گیا تھا، اور اس سے مسلمانوں کو ایسی سربلندی اور سرفرازی ملی تھی جو رہتی دنیا تک ایک مثالی دور کی حیثیت سے یاد کی جاتی رہے گی اور جس کو اپنے تو اپنے غیر بھی تسلیم کرتے ہیں، گاندھی جی نے بھی ہندوستان کے آزاد ہونے پر حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے انداز حکومت کا حوالہ دے کر بات کہی تھی۔

اسلامیت کی یہی لہر تھی جس نے افغانستان کے مسئلہ کو سارے عالم اسلام کا مسئلہ بنا دیا اور بالآخر وہاں کا جہاد کامیابی پر ختم ہوا، اور صرف یہی نہیں بلکہ اس نے روس جیسی چوٹی کی طاقت کی چولیں ہلا دیں اور اس کا شیرازہ خود اس کے ہاتھوں بکھر گیا، یہی لہر ہے جو شمالی افریقہ کے علاقوں میں وسط ایشیا اور مغربی ایشیا کے خطوں میں جگہ جگہ ایک اضطراب پیدا کئے ہوئے ہے، اور وہ ایک ایسی حقیقت کے طور پر کام کر رہی ہے کہ اس کو روکنے والے اس کے سامنے زیادہ ٹھیر نہیں سکتے۔ حالات واضح اشارہ دیتے ہیں کہ ان کو اس سے صلح کرنا ہوگا ورنہ اس کے ریلے میں وہ بہہ جائیں گے، کیونکہ وہ کوئی مصنوعی جوش نہیں وہ دراصل صدیوں سے دبی ہوئی کچلی ہوئی طلب و تمنا ہے جو مسلمانوں کے زوال اور ان کی قوتوں کے اضمحلال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی استعمار نے دبا رکھی تھی اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اس کو ختم کر دیا گیا ہے، اب مغربی استعمار کی گرفت ڈھیلی ہونے پر وہ طلب و تمنا ابھر آئی ہے اور وہ کام کر رہی ہے اور کرتی رہے گی، دنیا کی طاقتوں کو اس حقیقت کو ماننا ہوگا اور جو نہ مانے گا اس کو شکست دیکھنا ہوگی جس طرح روس اور کمیونزم نوازوں نے افغانستان میں دیکھی۔

اس اسلامی لہر سے مسلمانوں کو ایک مسرت بھی ہے اور توقعات بھی لیکن دوسری طرف ایک حقیقت اور بھی ہے جو خود مسلمانوں کے لئے نظر انداز کرنے کی نہیں ہے اور ان کی ــــ کسی ملی لہر کے کامیاب ہونے کے لئے اس حقیقت کا اعتراف اور اس کے مطابق ضروری عمل اختیار کرنا از حد ضروری ہے وہ حقیقت ہے خود مسلمانوں کی اپنے اندر کی کمزوری اور ان کی ذاتی زندگیوں میں اسلام کی تعلیمات اور احکامات پر عمل نہ کرنے کی عادت اس کمزوری کی صورت میں مسلمان کی تلوار بجائے لوہے کے لکڑی کی ثابت ہوگی اس کی قوت بے تاثیر ثابت ہوگی۔ ہماری پوری ملت اس وقت اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے ان تمام کمزوریوں میں مبتلا ہے جو مسلمانوں کے اعلیٰ مقاصد اور آرزوؤں کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتیں، ہم خود غرضی اور ذاتی مفاد کی ترجیح میں اس طرح مبتلا ہیں جیسا کہ چھوٹے بچے مبتلا ہوتے ہیں چھوٹے چھوٹے ذاتی فائدے کے لئے اور چھوٹی سی چھوٹی چیز کے لئے ہم اسلامی قدروں کو بے تکلف قربان کر دیتے ہیں اور قرآن و حدیث میں جن باتوں کو حرام کاموں میں شمار کیا گیا ہے اور جن پر وعیدیں آئی ہیں وہ ہمارے عمل میں عام طور پر پائی جاتی ہیں، حصول مال میں حرام و حلال کی تمیز نہ کرنا، چھوٹے سے چھوٹے نجی مفاد کے لئے ملی مفاد کو قربان کر دینا، معمولی سے معمولی جاہ کے لئے سب کچھ کر ڈالنا، معمولی سے معمولی فائدے کے لئے جھوٹ بول دینا، دھوکہ دے دینا، دوسرے کے حق کو دبا لینا اس کی اہانت کر دینا بلکہ اس کو شدید نقصان پہنچا دینا، جھوٹی عزت و شہرت کے لئے بے دریغ پیسہ خرچ کرنا اور خوب اسراف کرنا، ملت کے لئے تھوڑا خرچ کرنے میں بھی کوتاہی کرنا اور اتحاد و اتفاق کو چند روز سے زیادہ نہ چلنے دینا، عام وطیرہ بنتا جا رہا ہے، اور تمدن و علم سے حاصل کردہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعہ سب کو سمجھا دینا کہ جو کچھ کر رہے ہیں ملت کے مفاد کے لئے اور اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق ہی کر رہے ہیں۔

سرپرست
مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

ادارۂ تحریر
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی — مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی — ڈاکٹر ہارون رشید

خط و کتابت و منی آرڈر کا پتہ
منیجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس نمبر 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 (یوپی)

زرِ تعاون ملکی
سالانہ — پچاس روپے
فی شمارہ — ۲/۲۵

بیرونِ ملک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر

بیرونِ ملک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

نوٹ:- ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں، اور دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہونچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پچاس روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیرِ حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں
نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں
اور اگر جدید خریدار ہیں تو بھی صراحت ضروری ہے

تعمیرِ حیات لکھنؤ

درسِ حدیث

ظاہر و باطن دونوں اعتبار سے خدا کا پاس و لحاظ

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ شمس الحق ندوی

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ. [1]

بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

عرب قوم کی کچھ قابل تحسین صفات و عادات تھیں۔ کچھ خوبیاں اور رسوم و رواج تھے، جو صحرائی زندگی کے اثرات سے پلتے جاتے ہیں انھیں صفات میں سے جود و سخا، بہادری و خودداری، فخر و غرور، اپنی ذات و طاقت جسمانی پر اعتماد، ظاہر اور شکل و صورت کی طرف زیادہ توجہ دینا، یہ دور جاہلیت کا معیار و پیمانہ تھا جس میں اقتدار کی محبت اور شہرت کا شوق کار فرما تھا تاکہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو۔

اسلام آیا تو اس نے ان اقدار و پیمانوں کو صحیح رخ کی طرف موڑا اور ان خصوصیات کو ظاہر پرستی اور دکھاوے سے پاک کیا، اور خلوت و جلوت ظاہر و باطن ہر حال میں شریعت کے پاس و لحاظ خشیت و خوف خداوندی کی طرف پھیرا، یہ ساری تبدیلی تدریجاً (یعنی دھیرے دھیرے مرحلہ وار) اور موقع و مناسبت کی رعایت کرتے ہوئے کی گئی۔ زمانۂ جاہلیت میں جب وہ اپنے خداؤں کے نام پر جانور ذبح کرتے تو اس قربانی کا گوشت بتوں پر رکھ دیتے اور اس ذبیحہ کا خون بھی اسی پر چھڑکتے، جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

"لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ"

خدا تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون۔ بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے۔

اس ارشاد کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو ہر شائبہ سے پاک حقیقت ایمانی کو تقوی سے جوڑ دیا اور بے معنی جاہلی عادات کو ایمان کے دائرہ سے خارج کر دیا، اور مسلمانوں کو فخر و ریاکاری اور ظاہر پرستی جیسی قبائلی عادات کو چھوڑنے کی تعلیم دی، حدیث پاک اس کی مزید تاکید اور شرح و تفصیل کو بیان کرنے کے لئے آئی (اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے، کہ کس نیت و ارادہ سے کر رہے ہو۔)

یہ حدیث پاک تمام ایمانی اعمال کے تصور و خیال یعنی نیت درست رکھنے اور کھلے چھپے ظاہر و باطن ہر حال سے اللہ کے باخبر رہنے اور تقویٰ یعنی خدا کا دھیان اور پاس و لحاظ رکھنے کا احساس و شعور پیدا کرتی ہے، آپ نے فرمایا لیکن وہ تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے) تاکہ نفس انسانی کو خواہشات بے جا سے دور فرمائیں، اور احسان (یعنی خدا کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو یا اگر اتنا نہیں تو یہ خیال رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے) کے مرتبہ پر پہنچا دیں۔ اور جب نفس انسانی اس مرتبہ کو پہنچ جائے گا تو اطاعت و عبادت کے سارے کام کرے گا اور گناہ و نافرمانی کی تمام باتوں سے بچے گا، اور چھوٹے بڑے کھلے چھپے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھے گا، اس طرح مسلمان جو کام بھی کرے گا، زندگی کی گذرگاہوں میں جو قدم بھی اٹھائے گا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی ہی کو پیش نظر رکھے گا، اس کے دل میں تقویٰ کی کیفیت موجزن ہوگی، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہی اس کے عمل کا مطمح نظر ہوگا۔ جب مومن کی پوری زندگی عبادت ہے اور اس کی تخلیق کا یہی مقصد ہے تو اس طرح اس مقصد کی تکمیل ہو جائے گی اور اس کے ذریعہ دنیا کی زندگی بھی درست ہو جائیگی اور اسی سے آسمان (یعنی آخرت کی زندگی بھی سنور سکےگی)۔

حدیث کا فقہی پہلو

عبادت کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی وہ عبادت ہے جس میں شرک و ریاکاری نہ پائی جاتی ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

(مجھے تمہارے بارے میں جس بات کا سب سے بڑا خطرہ ہے وہ یہ کہ تم شرک اصغر (چھوٹا شرک) میں نہ مبتلا ہو جاؤ، صحابۂ کرام نے عرض کیا اللہ کے رسول! "شرک اصغر" کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "ریاکاری") [2] کہ یہ چیونٹی کے رینگنے کی آواز سے بھی پوشیدہ طریقہ پر آجاتی ہے، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! واگرچہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت بے پایاں سے شرک خفی کو بخش دے گا جو ریا کی وہ صورت ہے جس کا انسان کو احساس نہیں ہو پاتا، اور نہ وہ اس کے ارادہ سے ہوتی ہے، لیکن اس ریا کو نہیں معاف کرے گا جس کو انسان جان بوجھ کر اپنے قصد و ارادہ سے کرتا ہے تاکہ اس کی تعریف کی جائے، اس عمل سے خداوند قدوس کی رضا نہیں مقصود ہوتی، ہاں اگر اصلاً تو عمل اللہ کی رضا جوئی کی نیت سے شروع کیا، لیکن بعد میں اس ریا کا خیال پیدا ہوا اب اگر اس نے اس ریا کے خیال کو دل سے نکال دیا، دفع کر دیا تو اس سے نقصان نہیں ہوگا اس پر تمام علماء متفق ہیں، اور اگر دل میں ریا کا خیال پیدا ہوا اور اس خیال کو باقی رہنے دیا، دفع نہ کیا تو اس کا عمل اکارت جائے گا یا اس کو اس کی نیت پر ثواب ملے گا، اس میں علماء کا اختلاف ہے، امام احمد اور ابن جریر نے اس کو بیان کیا ہے اور اس خیال کو ترجیح دیا ہے کہ اس کا عمل باطل نہ ہوگا اس کو اس کی پہلی نیت پر جزا ملے گی۔ حضرت حسن وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ [3]

حدیث کا فائدہ

حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے!

۱۔ عمل کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کیا جائے، غیر اللہ کے علاوہ کی عبادت کے تصور و خیال سے الگ اور دور رہے۔

۲۔ مؤمن کی تربیت اس طرح ہو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کا پاس و لحاظ یعنی تقویٰ پیدا ہو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور نجات کا یہی سہارا ہے۔

۳۔ حدیث پاک سے غلط عادتوں، رسوم و رواج، ظاہر پرستی اور ریاکاری کی دوسری تمام باتوں کو چھوڑ دینے اور ان سے دور رہنے کا سبق ملتا ہے۔

۴۔ حدیث ظاہر کو مطلق بے معنی نہیں قرار دیتی بلکہ اسی کو اصل پیمانہ بنا لینے سے منع کرتی ہے اس لئے مسلمان کے لئے جس طرح اپنے باطن کو پاک صاف رکھنا ضروری ہے اسی طرح اس کے ظاہر کو بھی پاک صاف اور خوشنما ہونا ضروری ہے، مسلمان کی زندگی کے ظاہر و باطن دونوں پہلو اسی طرح مکمل ہو سکتے ہیں۔

---

[1] رواہ مسلم [2] حج ۳۷
[3] رواہ احمد و طبرانی [4] الجامع الفرید ص ۱۵۴

کتاب کا علم سے گہرا رشتہ ہے

جو ذہن و دماغ میں انقلاب اور زندگی میں عظیم تبدیلی لا سکتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ انسان کو قلم کے ذریعہ علم دیا گیا اسلئے آپ بھی اسلامی کتابوں سے استفادہ کیجئے

ندوہ ایجنسی و دار المطالعہ ندوہ

(ارم کالج اعظم پور رحیم آباد ۲۲۰۱۰۹ جون یوپی)

گزشتہ چند برسوں سے اسلامی کتابوں کی نشر و اشاعت کا کام کر رہا ہے جہاں آپ کو عرب و عجم کی مشہور علمی شخصیت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی و مشہور عالم دین مولانا محمد منظور نعمانی و دیگر اہل علم علماء حقانی کی مایہ ناز کتابیں دستیاب ہیں۔ نیز ندوہ ایجنسی کی جانب سے ایک اہم اور معرکۃ الآراء کتاب "رؤیت ہلال کا مسئلہ" (اضافہ شدہ ایڈیشن) نہایت دیدہ زیب آفسیٹ پر معیاری طباعت کیساتھ شائع کی گئی ہے جو مشہور اہل قلم مولانا محمد برہان الدین سنبھلی ناظم مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے قلم کا شاہکار اور علمی تحقیق کا نتیجہ ہے جسکو اہل علم نے اس موضوع کی مایہ ناز تصنیف قرار دیا ہے۔ بکتہ ندویہ، مکتبہ الفرقان اور مکتبہ اسلام سے کتاب طلب کر سکتے ہیں۔

ندوہ ایجنسی میں کتابیں ۲۵ فیصد ڈسکاؤنٹ پر دستیاب ہیں۔
دار المطالعہ ندوہ میں آپ کتابیں رسائل پڑھ سکتے ہیں اور استفادہ بھی اٹھا سکتے ہیں

ہم مسلمانوں میں ان امراض کے ہونے سے دو بڑے نقصانات ہیں ایک تو یہ کہ یہ انداز کامیابی اور ترقی کے نہیں ہیں ان سے وقتی اور انفرادی فائدہ جس کو جتنا بھی ہو جائے بالآخر انجام برا ہوتا ہے اور سب کیا کرایا اکارت ہو جاتا ہے، آپس کی سے ہمدردی میں سچائی امانت داری محنت قربانی تواضع وہ صفات ہیں جو جس قوم میں ہوں گے وہ ترقی کے زینے طے کرے گی اور اس کے خلاف ہوگا تو وہ بالآخر ناکام و نامراد ہو جائے گی پھر ان کمزوریوں کی صورت میں غیر مسلموں کے سامنے ہماری تصویر بڑی خراب آتی ہے اور ہماری تصویر ان کے سامنے خراب آنے کا مطلب ہے کہ اسلام کی صحیح تصویر ان کے سامنے نہیں آتی، مسلمانوں کو امت دعوت بنایا گیا تھا یعنی خاتم الرسل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم سے پردہ کر لینے کے بعد ان کے امتیوں پر اس دعوت کی ذمہ داری آچکی ہے جو وہ دیتے تھے، اب ہم جب خود ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہوں جن سے دوسروں کو نکالنے کے لئے ہم کو مامور کیا گیا ہے تو ہم کیسے ان کو ان خرابیوں سے نکالیں گے، جب کہ ہم اپنے عمل سے بہت خراب نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس طرح دراصل ہم امت دعوت نہیں رہ جاتے بلکہ امت اضلال و افساد بن جاتے ہیں، یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ ہماری اس زندگی کی صورت میں اللہ تعالےٰ کی نصرت ہم کو نہ مل سکے گی، اللہ تعالیٰ کی نصرت کوئی سستی چیز نہیں ہے کہ بلا وجہ آجایا کرے، وہ معیار دیکھ کر آتی ہے، وہ بدر میں آئی جب مسلمانوں نے اپنے اعلیٰ معیار کا ثبوت دیا کہ ان کی پاکیزہ زندگیاں اور اپنے رسول کی جو کہ اس وقت قائد حرب بھی تھے اور مکمل اطاعت بلکہ والہانہ تابعداری تھی، اسی طرح اس عہد میں مختلف موقعوں پر آئی کیونکہ وہ اعلیٰ معیار کو قائم رکھے ہوئے تھے، اور جب کسی وقت ان کے اس اعلیٰ معیار میں ذرا سا بھی ڈھیلا پن پیدا ہوا ان کی فوراً سرزنش بھی کردی گئی جیسا کہ احد کے موقع پر پیش آیا۔

اب ہم ذرا اپنی زندگی کو دیکھیں پھر غور کریں کہ ہماری مشکلات اور مصیبتوں کی ہماری ملی پیچیدگیوں کے حل میں اور ہماری ملت کے مخالفوں سے مقابلہ کرنے میں کیا ہم کو اللہ کی نصرت مل سکتی ہے اور ہم اپنے مسائل کے حل میں وہ آسمانی مدد حاصل کر سکتے ہیں، جو ہم کو اچھی اور صالح زندگی کی صورت میں ملا کرتی ہے اتنا وں اور اسلام کا دعویٰ کرنے سے کام نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَ بِهِ وَلَا يَجِدْ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا" (نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔ (نساء)

ہماری ذاتی زندگیوں کے اندر کی خرابیاں اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی ہماری کوششوں کی کامیابی کے راستہ کا سب سے بڑا پتھر ہیں وہ جب تک نہ ہٹایا جائے گا کامیابی مشکل ہے ہمارے قائدین اور رہنماؤں کو اس طرف خصوصی دھیان دینے کی بڑی ذمہ داری ہے ان کو اس پہلو کی اصلاح کی فکر زیادہ کرنا چاہئے تاکہ کامیابی کے راستے کا یہ بڑا پتھر ہٹایا جائے اور راستہ کھل جائے اللہ تعالیٰ کی نصرت کا، ملت کے آگے بڑھنے اور اتحاد و اتفاق سے کام کرنے کا اور فلاح و کامیابی کا۔

اس اصلاح کے لئے صرف کہنا سننا کافی نہیں اس کے لئے خاموش عملی جدوجہد کی زیادہ ضرورت ہے لیکن افسوس ہے کہ پورے عالم اسلام میں اس پہلو خاص کی کوتاہی ہے، اسی لئے ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام عالم اسلام میں مسلمانوں کی طرف سے جو جدوجہد ہو رہی ہے اور جو قربانیاں دی جا رہی ہیں ان کے نتائج اتنے نہیں نکل رہے ہیں جتنی قربانیاں دی جا رہی ہیں اور جتنی محنت کی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پہلو کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

قاضی ایاس بن معاویہ رحؒ اور ان کی عدالتی تحقیق

پروفیسر محمد اجتبا ندوی
صدر شعبہ عربی و فارسی الٰہ آباد یونیورسٹی

جلیل القدر تابعی حضرت ابو واثلہ ایاس بن معاویہ بصرہ کے قاضی ہیں اپنے علم و فضل، سوجھ بوجھ اور فقہی بصیرت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں، الجھے مقدمات اور پیچیدہ معاملات کے حل کرنے میں بڑی مہارت اور دانائی سے کام لیتے ہیں۔ عمر ستر برس سے متجاوز ہے مگر معاملہ فہمی قوت حافظہ اور علمی گہرائی میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ بصرہ کے ایک دولتمند اور متقی و صالح تاجر ابو زید بصری ان کی عدالت میں حاضر ہو کر اپنا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

"میں ایک کامیاب تاجر ہوں، میں نے تجارت کے ذریعہ بڑا مال جمع کیا، میرا کوئی عزیز یا دوست ایسا نہیں کہ جس کے پاس امانت رکھانے کا تجربہ ہو یا اس پر پورا اطمینان ہو۔ میں نے اچانک حج و زیارت کا ارادہ کیا، مگر سفر سے پہلے اپنے جواہرات اور دولت کا صندوق کسی ایسے ایماندار اور امانت دار شخص کے پاس رکھا دینا چاہتا تھا کہ سفر حج کے بعد واپس آکر اسے واپس لے لوں اور اس کی خبر بھی کسی کو نہ ہونے پائے، بہت غور و فکر کے بعد بازار کے ایک تاجر پر میری نظر آکر ٹھہر گئی، میرے نزدیک وہ بڑا متقی اور صالح شخص تھا اور اس کی تجارت کو بھی فروغ حاصل تھا اس لئے اس کی امانت داری پر اطمینان کر کے اپنی دولت کا صندوقچہ اس کے پاس بطور امانت کے رکھوا دیا اور بغیر کسی کو گواہ بنائے یہ کہا کہ جب میں حج و زیارت سے واپس آؤں گا تو اپنی یہ امانت واپس لے لوں گا، اس شخص نے بڑی محبت اور خندہ پیشانی سے میری امانت قبول کی اور اطمینان دلایا کہ جب تم آؤ گے تو اسی طرح پاؤ گے، میں خوشی و مسرت اور اطمینان سے خدا کے بھروسہ سرزمین مقدس کے سفر پر روانہ ہو گیا۔ اس کے بعد ابو زید بصری نے کہا کہ میں حج و زیارت ادا کرنے کے بعد صحیح سلامت واپس آیا اور اس امانت دار تاجر کے پاس گیا تاکہ جواہرات کا صندوقچہ واپس لے آؤں۔ اس سے مطالبہ کیا کہ میری امانت واپس کر دو تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ کیسی امانت؟ تم نے تم میرے پاس کچھ بھی نہیں رکھا ہے، اور اس نے انتہائی سختی سے اور قسم کھا کر انکار کر دیا:

محترم قاضی صاحب! میں آپ کی خدمت میں صرف اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ میری یہ قیمتی دولت واپس کرا دیں؟ قاضی ایاس نے دریافت کیا، کیا تمہارے پاس امانت رکھوانے کے لئے کوئی دلیل یا گواہ ہے، ابو زید نے جواب دیا: میرے پاس تو کوئی دلیل و گواہ نہیں، قاضی ایاس نے کہا کہ پھر تم نے اتنا قیمتی سامان بغیر کسی گواہ کے کیسے سپرد کر دیا؟ ابو زید نے جواب دیا، جناب والا! خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ"

اگر تمہیں ایک دوسرے پر بھروسہ ہو تو جس کو امانت سونپی گئی ہے وہ ادا کر دے اور اپنے پروردگار خدائے عز و جل سے ڈرے۔

لیکن اس شخص کو خدا کا خوف نہیں ہوا اور اس نے امانت ادا کرنے سے گریز کیا، قاضی ایاس بن معاویہ ابو زید کی گفتگو سننے کے بعد یقین ہو گیا کہ وہ سچا ہے اور اس کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے لیکن چونکہ اس دعوی کے لئے نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ کوئی گواہ اس لئے حق کا ثابت کرنا دشوار ہے تاہم قاضی ایاس نے کوئی تدبیر نکالنے کے بارے میں سوچنا شروع کیا اور ابو زید سے کہا کہ ہماری ملاقات اور یہاں حاضری کے بارے میں کسی سے کوئی ذکر نہ کرو اور اپنے معاملہ کو بھی راز میں رکھو اس وقت جاؤ اور دو دن کے بعد مجھ سے رجوع کرو، قاضی ایاس بن معاویہ نے پورے معاملہ پر غور کیا اور ان کی سمجھ میں ایک ترکیب آئی جس کے ذریعہ سے اس انکار کرنے والے تاجر سے امانت واپس لی جا سکتی ہے دوسری صبح کو قاضی ایاس نے اس تاجر کو طلب کیا اور بڑی خندہ پیشانی اور اخلاق سے اس کا استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھا کر حال احوال دریافت کیا پھر پوچھا بھائی کیا تمہارا گھر محفوظ ہے اور چوری و نقب زنی کا اندیشہ یا خطرہ تو نہیں ہے اس نے جواب دیا کہ میرا مکان محفوظ ہے اور کسی بھی خطرہ کی کوئی بات نہیں ہے، قاضی ایاس نے کہا کہ میں نے یہ بات اس وجہ سے دریافت کی کہ ہمارے پاس کچھ امانت کے مال ہیں اس کے بارے میں فیصلہ کرنا ہے لیکن ایک شرعی ضرورت کی بنا پر اس کا فیصلہ ملتوی کرنا پڑ رہا ہے

باقی صـ ۱۳ پر

خواص امت کی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

ذیل کا مضمون "میر واعظ منزل" میں جمعہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۸۱ء کو بعد نماز عصر علماء، ائمہ مساجد اور خواص کے ایک موقر مجمع کے سامنے کی گئی تقریر کا خلاصہ ہے۔ ——— (ادارہ)

کسی زمانہ میں خواص کا عالم تو یہ تھا کہ اللہ کا ایک بندہ ایک جگہ بیٹھا ہوا ہے اور وہ وہاں کے بادشاہوں اور حاکموں کو منہ نہیں لگاتا، ایک بزرگ کا میں واقعہ سناتا ہوں، ان کا نام ہے، شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام، سلطان العلماء کا خطاب تھا، اپنے زمانے کے بہت بڑے (شاید سب سے بڑے) شافعی عالم تھے، دمشق میں قیام تھا، بادشاہ وقت کی کسی بات پر خطبہ میں نکیر کی، بادشاہ کو ناگوار ہوا — بادشاہ نے ان کے ساتھ وہ معاملہ کیا جو علماء کے ساتھ نہیں کرنا چاہئے تھا بے رخی اور بے توجہی، اس کے بعد وہاں کہیں سے اس کے معزز مہمان آئے، وہ بھی اپنے یہاں کے بادشاہ اور حاکم تھے، ان کو معلوم تھا کہ اس ملک کے سب سے بڑے عالم شیخ عزالدین بن عبدالسلام ہیں، اور آج کل وہ معتوب ہیں، انھوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں ایسا کوئی عالم ہوتا تو ہم اس کو سر پر بٹھاتے، تعجب ہے کہ آپ اپنے یہاں کے ایسے عالم کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہیں، بادشاہ نے برا نہیں مانا، اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا، لیکن بادشاہ تو بادشاہ ہی ہوتے ہیں، اس کو یہ خیال ہوا کہ اگر میں ایسے ہی چپ چاپ معافی مانگ لوں، اور کہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی تو میری سبکی ہوگی، اور میرا رعب کم ہو جائے گا، تو خواص میں سے کسی کو بلایا، اور کہا کہ دیکھو حضرت سے یہ کہنا کہ میں کسی مجلس میں بیٹھا ہوا ہوں تو وہ تشریف لائیں اور دست بوسی کر لیں، میرا احترام قائم رہے گا، لوگ بھی دیکھ لیں گے، اس کے بعد بات رفع دفع ہو جائے گی، جب کسی نے ان سے جا کر کہا تو انھوں نے کہا کہ تم کس خیال میں ہو؟ واللہ میں تو اس پر بھی راضی نہیں کہ وہ میری دست بوسی کرے، چہ جائیکہ میں اس کی دست بوسی کروں، یہ لفظ تاریخ میں موجود ہے بالکل ان کے الفاظ "لا أرضى أن يقبّل يدي فضلاً من أن أقبّل يده" ایسے ہی ہمارے دہلی کے (جو حقیقی سلاطین دہلی کہلانے کے مستحق ہیں) بہت سے مشائخ عظام کا بھی یہی حال تھا، بادشاہ دہلی نے ایک مرتبہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں سے کہا اللہ نے مجھے بڑی دولت دی ہے، کچھ قبول فرمائیں، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ" دنیا کی متاع قلیل ہے، اس قلیل میں سے ایک ٹکڑا ہندوستان ہے، پھر اس میں سے ایک قلیل ٹکڑا وہ جو آپ کے قبضہ میں ہے (مثل مشہور تھی، سلطنت شاہ عالم از دہلی تا پالم) اگر اس اقل قلیل میں سے میں بھی حصہ بٹاؤں تو کیا رہ جائے گا؟ ایسے ہی ایک مرتبہ بادشاہ نے کہا کہ میں ایک رقم پیش کرتا ہوں، آپ نے معذرت کی، بادشاہ نے کہا غرباء میں تقسیم فرمائیں، فرمایا، مجھے اس کا بھی سلیقہ نہیں، آپ اپنے لوگوں کے ذریعے تقسیم کرا دیں، یہاں سے بانٹتے چلے جائیے قلعہ تک پہنچتے پہنچتے ختم ہو جائے گی، نہ ختم ہوگی تو وہاں جا کر ختم ہو جائے گی ایسے ہی سیکڑوں قصے ہیں۔

یہ مثالیں تھیں، جو لوگوں کے دلوں میں گرمی پیدا کرتی تھیں، دنیا کی، مال کی محبت فطرت انسانی ہے "وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ" مال کی محبت انسان کی فطرت میں داخل ہے لیکن اس کے مقابلہ میں یہ مثالیں جب آتی تھیں، استغنا کی، بے نیازی کی، دنیا کے جاہ و حشم سے بے رغبتی کی، تو لوگوں میں ایمان تازہ ہو جایا کرتا تھا، اور قوت مقابلہ ابھر آتی تھی، اور پھر مسلم معاشرہ تنکے کی طرح نہیں بہتا تھا، جیسے آج بہتا ہے۔

خواص کے لئے صرف حیات و حرکت ہی کافی نہیں، بلکہ حرارت بھی ضروری ہے، اور حرارت کہاں سے پیدا ہوتی ہے، حرارت پیدا ہوتی ہے ذکر اللہ سے، حرارت پیدا ہوتی ہے، دعا اور مناجات و توکل سے، اللہ کے راستہ میں تکلیف اور کچھ مجاہدہ کرنا پڑے تو دل میں حرارت پیدا ہوتی ہے، یہ فقر و قناعت کے قصے جو آپ تاریخ میں پڑھتے ہیں، انھوں نے کسی مجبوری سے اس کو نہیں اختیار کیا تھا، یہ ان کے دل کی آواز تھی، اور اس مجبوری سے ضرور اختیار کیا تھا کہ وہ اپنے دل سے مجبور تھے، یعنی اندر سے کوئی ان سے یہ کہتا تھا کہ نہیں یہ نہیں ہو سکتا، ہم دولت کے بندے نہیں ہیں، ہم طاقت و اختیار کے بندے نہیں ہیں۔

اس کی ضرورت ہے کہ یہ خواص کا طبقہ باقی رہے، اپنی خصوصیات کے ساتھ اس میں زندگی رہے، اس میں حرکت رہے، اس میں حرارت رہے، اور کوئی جگہ کوئی مقام اللہ کے ان بندوں سے خالی نہ ہو، جن کو کوئی تہمت نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ بک گئے، ہزار تہمتیں سہی، فلاں نے غلطی کی، فلاں کے علم میں فلاں کمی ہے، فلاں چیز نہیں جانتے، لیکن یہ کہ بک گئے، کسی کو یہ تہمت نہ لگائی جا سکے، یہ سمجھئے کہ امت کی حفاظت کا گر ہے کہ ایک ہی دو آدمی چاہے ہوں، لیکن ایسے ہوں کہ شکوک و شبہات سے بالاتر ہو چکے ہوں "مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ" یہ جو حضرت یوسفؑ کے متعلق امرأۃ العزیز نے یہ بات کہی تھی، جب بادشاہ نے پوچھا کہ آخر قصہ کیا ہے؟ تمام شہر میں چرچا ہے، تو اس نے کہا "مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ" سچی بات یہ ہے کہ کوئی کمزوری ہم نے ان میں نہیں دیکھی، تو آج بھی امرأۃ العزیز ہی کا مقابلہ ہے، دولت کو امرأۃ العزیز زلیخا کہہ لیجئے، طاقت کو زلیخا کہہ لیجئے، وجاہت کو زلیخا کہہ لیجئے، اور یوسفؑ مصری، یوسف عزیز کون ہیں؟ دین! دین کو ایسا ہونا چاہئے کہ کوئی اس کو خرید نہ سکے، اور سب شہادت دیں کہ "مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوءٍ" در و دیوار سے یہ آواز آئے کہ کھرا سونا ہے، جس کا جی چاہے پرکھ لے، سچی بات یہ ہے کہ امت کا مزاج جو اس وقت تک باقی ہے، یہ انھیں بندگان خدا، اور اہل دل کی وجہ سے ہے کہ جن کی وجہ سے یہ امت ہوا میں اڑ نہیں گئی، جیسے اور امتیں خشک پتوں، تنکے کی طرح اڑ گئیں، یا پانی میں بہہ نہیں گئی جیسی اور امتیں خس و خاشاک کی طرح بہہ گئیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس ملت کی ہدایت اور اس کا دینی احتساب کا کام جاری ہو، نمازوں میں ترقی ہو رہی ہے، اس پر نظر ہو کہ تناسب کم ہو رہا ہے؟ یا بڑھ رہا ہے؟ مسجدیں خالی ہو رہی ہیں کہ بھر رہی ہیں؟ قمار خانے زیادہ آباد ہیں کہ مسجدیں زیادہ آباد ہیں؟ مسلمانوں میں کوئی نئی بیماری تو نہیں پھیل گئی، مثلاً شراب نوشی، قمار بازی کی، یا کسی خراب عادت اور بیماری کی ترقی تو نہیں ہے؟ اس سب کی فکر رکھنا، اور اس سے متفکر اور غمگین ہونا، اس کا صدمہ ہونا کہ مسلمانوں میں یہ چیز غلط پھیل رہی ہے، اچھی چیز ختم ہو رہی ہے، خواص امت کا فریضہ اور طبعی وظیفہ ہے، یہ تبلیغی جماعت کا بڑا کارنامہ ہے کہ اس نے خواص کو عوام تک پہنچایا، پہلے عوام کو خواص کے پاس لاتے تھے، اس نے خواص کو عوام سے جوڑ دیا، میں نہیں کہتا کہ یہی واحد طریقہ ہے، لیکن عوام سے ربط ہونا چاہئے، ان کے پاس جانا چاہئے، محلوں اور گلیوں میں جانا چاہئے تاکہ دیکھا جا سکے کہ دین بڑھ رہا ہے، یا گھٹ رہا ہے، ترقی ہے کہ تنزلی ہے، کیا چیز نئی پیدا ہوئی، اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے کہا ہے

نقشوں کو تم نہ جانچو لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے کیا چیز مر رہی ہے

بقیہ: عالم اسلام

اسلامی دولت مشترکہ کے لئے مصر کا ایک قیمتی تحفہ

مصری ٹیلی ویژن اینڈ براڈ کاسٹنگ یونین نے دولت مشترکہ اسلامیہ میں قائم ریڈیو اسٹیشنوں کی رہنمائی اور ذہن سازی کے لئے وہاں کی مقامی زبانوں میں ایک جامع نشریہ مرتب کیا ہے — ٹیلی ویژن اینڈ براڈ کاسٹنگ کے صدر جناب امین لیسونی نے بتایا کہ عربی زبان کے فروغ کے مختلف النوع منصوبے درس قرآن و حدیث مزید اسلامیات سے متعلق معلومات پر مشتمل گھنٹہ بھر کا ایک جامع دورس نشریہ مرتب کیا جا چکا ہے جو انشاء اللہ ان ممالک مذکورہ میں جلد ہی نشر کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ دیگر خود مختار ممالک کو صاف ستھرا اسلامی نظام سے متعلق لٹریچر اور شرق اوسط سے تعلق رکھنے والے سیاسی حالات اور ملکی و بین الاقوامی مسائل کے سلسلہ میں مصر کا نقطہ نظر کے وجوہات جیسے مواد فراہم کرنے کی کوشش کرے گا — انھوں نے بتایا کہ اس سے قبل سابق سوویت یونین میں روسی زبان میں گھنٹہ بھر کا تو بھی پروگرام کا سلسلہ شروع کیا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ اس کا سلسلہ اکتوبر کی جنگ کے بعد معطل ہو گیا (امرائز

(دوسری و آخری قسط)

مسلم معاشرہ اور مغربی فکر و ثقافت

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صدر شعبۂ ادب عربی ندوۃ العلماء
ترجمہ ـــــ محمد فہیم اختر ندوی

مسلمانوں کے لئے علوم انسانی کے میدان میں مناسب یہ ہے کہ اولاً اس سرمایہ پر توجہ مبذول کریں جو رسولؐ کی سیرت اور ان کی تعلیمات، صحابہ کرام، تابعین عظام نیز اس راہ پر چلنے والے ادباء و علماء، محققین اور مفکرین اور اصحاب سیاست و سماجیات سے حاصل ہوا ہے، پھر یورپ کے قدیم و جدید علوم میں سے تقاضائے زندگی کے مطابق کچھ چیزیں لیں جو ان کی طبیعت سے ہم آہنگ اور ان کے لئے مفید ہوں، یہی طریقہ مسلمانوں کے عظیم الشان تاریخی مقام و مرتبہ اور انسانی شرف و کرامت کے شایاں ہیں، لیکن ان آخری صدیوں میں مشرقی اقوام اور مسلم امت تحت پسماندگی کے دور سے گذری، وہ وسائل زندگی سے محروم تھی، اور کمزوری و ذلت کا شکار، جب کہ یورپین اقوام فاتحانہ شان و عظمت کے ساتھ آگے بڑھیں، اپنے استعماری مقاصد کے لئے ملکوں کو فتح کیا، وہاں کے خزانوں پر قبضہ کیا اور دوسری اقوام کو اپنی تقلید کے آستانہ پر جھکا دیا، ان سب حالات نے مسلم اقوام کو مرعوب کر دیا، وہ سمجھنے لگیں کہ یقیناً یورپ ہی کی کاوشوں کے نتیجہ میں زندگی کے علوم و معارف وجود میں آئے ہیں اور ان ہی سے دوری مشرقی اقوام کو پسماندگی، سستی اور کاہلی کا شکار بنایا ہے، اقوام مسلم نے ساتھ ہی یہ بھی گمان کر لیا کہ یورپ اس بات کا مستحق ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں اس کی اتباع کی جائے، ہر صنف علم میں اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جائے اور یورپ کی علمی ترقیات، لادینی نظام اور اباحیت پسندانہ سیرت و کردار سب میں اس کی تقلید کی جائے۔ یہ سوچ کر بعض مشرقی اقوام نے زندگی کے تمام گوشوں اور اس کی تمام شکلوں میں یورپ کی اتباع کی، اور یورپ ہی کی مقلد قوموں چینی اور جاپانی قوم کو بھی معیار اخلاق سمجھا، چین و جاپان کے پاس خود کوئی آسمانی نظام زندگی نہیں تھا، اس لئے مغرب کی تقلید ہی کو انھوں نے اپنے لئے معیار بنایا۔

لیکن امت مسلمہ کا معاملہ دوسرا تھا، وہ اسلام کا دائمی آسمانی دستور حیات رکھتے تھے، ان کے لئے اس بات کا جواز نہیں تھا کہ ادنیٰ پر فریفتہ ہو کر وہ اعلیٰ کو چھوڑ دیں "أَتَسْتَبْدِلُونَ الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ" (البقرۃ آیت ٦١) (بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو؟) اپنی اقدار اور تعلیمات سے منہ پھیریں، البتہ دنیاوی امور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ "انتم اعلم بامور دنیاکم" یعنی تمہارے دنیاوی تجربے اور انکشافات جن کا اخلاقی، ثقافتی اور دینی میدانوں سے تعلق نہیں ہے، ان سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو، اس لئے مسلمانوں پر یہ لازم تھا کہ وہ یورپ کی تقلید ان انسانی علوم میں کرنے سے پوری طرح گریز کریں جو انھیں نقصان پہنچانے والے اور ان کے اخلاق کو بگاڑنے والے ہوں، اسلام کا نظام اخلاق اور دستور زندگی اسلام کی بلند آسمانی تعلیمات پر مبنی ہیں، بے راہ انسانی افکار پر نہیں، اسلام کی نظر میں انسان خدا کا بندہ ہے، اس کی تخلیق بے مقصد نہیں ہوئی ہے، اس پر زندگی کے کچھ اصول و ضوابط عائد کئے گئے ہیں، جو اس کی پوری زندگی پر محیط ہیں، چونکہ اللہ ہی انسان کا خالق ہے، اس لئے وہ انسان کی ضروریات، اس کے تقاضوں اور اس کے طبعی میلانات کو اچھی طرح جانتا ہے، اگر خدا انسان کے لئے کوئی نظام زندگی تجویز کرتا ہے تو بلا خوف تردید یہ بات کہی جائیگی کہ یہی نظام اس کی طبیعت و فطرت سے ہم آہنگ، اس کے تقاضوں کا پورا کرنے والا اور اس کی ضروریات کا کفیل ہو سکتا ہے، لہٰذا ایک فرد مسلم کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے مفر نہیں، اسے بہر حال آستانۂ اطاعت پر سر خم کرنا ہے، لیکن اگر وہ یورپ کی تقلید کا دامن پکڑتا ہے تو اسے راہ زندگی میں ایسی گھاٹیاں پیش آئیں گی جو آسمانی نظام زندگی کی اتباع سے روک دیں گی، اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو ملحدانہ، لادینی نظام زندگی کی بالکل اندھی اتباع کی جائے اور موجودہ تہذیب کا حاشیہ بردار بن کر وقت گذارا جائے یا اپنے لئے اس راہ کا انتخاب کیا جائے جسے قرآن و حدیث کی تعلیمات نے ہموار کیا ہے اور ایک قائد و رہنما بن کر زندگی بسر کی جائے۔

لیکن قابل افسوس امر یہ تھا کہ یہ مسلم انسان جو مسند قیادت پر ایک عرصہ رہ کر سو گیا تھا پھر صدیوں کی گہری نیند کے بعد ایسے وقت میں بیدار ہوا اس کی بیداری کے وقت یورپ ترقی و عمل کی راہوں پر بہت آگے بڑھ گیا تھا چنانچہ وہ جدید یورپ کی تہذیب کی چمک دمک، کائنات کے علوم میں اس کی حیرت انگیز ترقی، اور انسانی علوم سے حد درجہ اشتغال کو دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا، اس نے دیکھا کہ یورپ نے قوت کے سرچشموں اور مادی خزانوں کو فتح کر لیا ہے، مشینی علوم میں نئی نئی پیش رفت کی، اس کی سیاسی سطوت کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور اس کے نظریہ و فکر کی دھوم مچی ہے، یہ دیکھ کر وہ احساس کمتری کا شکار ہو گیا، اور اسی میں اپنی عافیت تصور کرنے لگا کہ اس کی تقلید کا جوا اپنی گردن میں ڈالے، تعلیم و تربیت میں جوں کا توں اس کا نظام اپنا لے اس نے اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی کہ کون سی چیزیں ہمارے موافق اور ہمارے دین و مذہب سے میل کھاتی ہیں اور کون نہیں، اس نے تقلید کی رسی بالکل ڈھیلی چھوڑ دی، یورپ کا مکمل نظام تعلیم، نظام تربیت اور اس کے انسانی علوم کو جوں کا توں اپنی درسگاہوں میں اختیار کر لیا، اگر ان کے طے کردہ افکار کے بدلے کوئی دوسرے افکار تیار بھی کئے گئے تو اسی کے نہج پر۔

آج بھی عالم اسلامی کی درسگاہیں یورپین افکار و تصورات، یورپین علماء کے انکشافات اور ان کی تحقیقات کی خوشہ چیں ہیں، ان درسگاہوں کے ارباب و منتظمین کو ان یورپین علوم کی پاکیزگی پر یقین ہے اور انھیں اس بات کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ اپنی نسلوں کو یورپین تہذیب و ثقافت کے سانچہ میں ڈھلنے سے بچائیں، جس سانچہ کو مغرب کے ان مفکرین و فلاسفہ نے تیار کیا تھا جن کے خمیر میں صالح انسانی اخلاق کا عنصر شامل نہ تھا۔

اگر ہم اسلامی مشرق اقصیٰ سے اسلامی مغرب اقصیٰ تک کا ایک جائزہ لیں تو یہ افسوسناک امر سامنے آئے گا کہ وہاں کی درسگاہوں، تربیت کے مراکز اور نظام و نصاب تعلیم سب کے سب یورپین نظام کا مطابق اصل نسخہ ہیں جس میں یورپ کی وہ تمام خرابیاں اور اس کی وہ تمام خصوصیتیں موجود ہیں جو مشرق اور اسلام دونوں کے معارض ہیں۔

علم معاشیات و سیاسیات، علم تاریخ و جغرافیہ، فن ادب و نقد، علم النفس اور علم تربیت، علم ثقافت و تمدن وغیرہ میں ہم دیکھتے ہیں یورپ کی جاہلی عقلیت اور اسلوب زندگی کا بڑا گہرا اثر ان پر پڑا ہے، جاہلیت یہاں بھی ہے اور جاہلیت قبل از اسلام کفر کے ماحول میں بھی تھی، فرق اس قدر ہے کہ یورپ کی جاہلیت تعلیم یافتہ ہے اور قبل اسلام جاہلیت ان پڑھ جاہلیت تھی۔ ہماری رائے کی صداقت کے لئے ان یونیورسٹیوں اور درسگاہوں میں علوم و معارف انسانی کا نصاب دیکھنا کافی ہوگا۔

علم معاشیات پر سب سے زیادہ بکر بری طرح یہودی، سودی فکر، یا ملحدانہ مارکسی فکر کا اثر آیا۔ غیر سودی اداروں کا قیام چند سالوں پہلے ایک جھوٹا خواب تصور کیا جاتا تھا، بلکہ اسے درویشوں اور پسماندوں کا تصور خیال کیا جاتا تھا لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ حق ظاہر ہوا اور باطل مغلوب، غیر سودی بینک اس وقت ایک واقعہ بن کر سامنے آچکے ہیں، جن سے انکار ممکن نہیں، دنیا کے مختلف خطوں میں کچھ لوگ اس کا کامیاب تجربہ کر رہے ہیں، کارل مارکس کا نظریہ تھا کہ مذہب قوموں کے لئے افیون ہے اور ضروریات زندگی کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے، لیکن آج غیر سودی اداروں کی کامیابی نے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا ہے۔

جمہوریت کو لیجئے، یورپ نے "روسو" کے نظریات قبول کئے، معاشیات کو لیجئے یورپ نے مارکس کا نظریہ اپنایا، سیاست کو لیجئے یورپ نے "میکاویلی" کا نظریہ اپنایا، مغربی اہل قلم اور مصنفین سے استفادہ کرنے والوں نے ان نظریات کا بڑا اثر قبول کیا، کیونکہ ان کی پوری تشریحات اپنے پڑھنے والوں کے دلوں میں زبردست اثر ڈالتی تھیں، کچھ ہی عرصہ میں ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسلام کے پاکیزہ نظام پر عمل کرنا ہی اب ممکن نہ رہا، اور ترقی کے زینے طے کرنے کے لئے تنہا مغرب سے استفادہ ضروری ہو گیا، ہمارے نوجوان اور طلبہ اپنی درسگاہوں میں اور اپنے اساتذہ سے اسی قسم کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی تھی کہ کسی طالب علم کو منصب و عہدہ سپرد کیا جائے اس طرح آپ نے جاہ و دولت کے لالچیوں کے لئے دروازہ ہی بند کر رکھا تھا، لیکن مغرب کا نظریہ منصب کے حصول کے لئے یہ تعلیم دیتا ہے کہ نہ صرف اس کا مطالبہ کرے بلکہ اس کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کے سارے جتن کر ڈالے، امیدوار تمام ذرائع کو اختیار کرتا ہے، پروپیگنڈہ اور جھوٹ کا بازار گرم کر دیتا ہے تاکہ ہر صورت میں وہ کرسی صدارت پر فائز ہو سکے، اور اگر قسمت نے یاوری کی اور کرسی تک پہنچ گیا تو پھر اس کی تمام تر کوششوں کا محور یہ ہوتا ہے کہ کن کن طریقوں سے دولت و مناصب کے انبار وہ اکٹھے کر لے، اس کے لئے ظلم، زبردستی، دھوکا و چالبازی کے تمام طریقوں کو اختیار کر کے اپنے مقصد کی تکمیل کرنا چاہتا ہے، افسوسناک بات یہ ہے کہ آج لوگوں کا دماغ ان چیزوں کا ایسا عادی ہو چکا ہے کہ اسے کسی بدل کی امید ہی نہیں رہ گئی ہے، یورپ کے پروپیگنڈہ نے اسلام کے نظریہ کو ایسا مشکوک بنا کر پیش کیا ہے جس پر عمل کرنا گویا ترقی یافتہ زندگی میں ممکن ہی نہیں رہ گیا ہے۔

تاریخ کے موضوع کو لیجئے تو اس موضوع کا سب سے اہم حصہ یورپ کی تاریخ ہے، اسی کو زیادہ جاننا اور اس سے فیض اٹھانا ہے، تعلیم گاہوں کے ہر فرد پر گویا یہ لازم ہو جاتا ہے کہ یورپ کی پوری تاریخ تمام جزوی تفصیلات کے ساتھ پڑھے، اب اگر وہ اپنی امت اور اپنے ملک کی تاریخ سے ناآشنا ہے تو کوئی عیب کی بات نہیں، رہی اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ تو اس کا نمبر سب سے بعد میں آتا ہے۔

یہی حال جغرافیہ کا ہے، مسلم طالب علم اپنی جامعات میں یورپ اور امریکا کا جغرافیہ پڑھتا ہے یا ان ممالک کا جغرافیہ جن کی سیاسی یا اقتصادی اعتبار سے بڑی اہمیت ہے، گہوارہ اسلام اور مسلمانوں کے ملک کا جغرافیہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا، ان کی نظر میں سیاسی یا اقتصادی اعتبار سے یہ جغرافیہ کوئی افادیت نہیں رکھتا ہے، رہے اخلاقی اور دینی پہلو، اسی طرح انسانی آداب و امتیازی صفات مغربی نصاب تعلیم کے تیار کرنے والوں اور تعلیمی نظام وضع کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہی رہتے ہیں۔

آج سے ایک صدی قبل جزیرۃ العرب کے جغرافیہ کی کوئی اہمیت نہ تھی، مواد تلاش کیا جاتا تو جس قدر مواد دوسرے جغرافیوں کا ملتا جزیرۃ العرب پر نہ ملتا لیکن جب خدا نے جزیرۃ العرب میں سیال سونے بہا دئے تو اب اس کا جغرافیہ بھی تیار کیا جانے لگا۔

ادب و تنقید کے موضوع پر تو کچھ کہنے ہی نہیں، ان موضوعات پر کتابیں اٹھائیے، سب کچھ ملے گا، اگر نہ ملے گا تو اسلام کیونکہ ان پر ان لوگوں کا تسلط رہا جو اخلاق و مذہب سے بیگانہ تھے، بلکہ وہ تھے جنھیں فرائڈ، سارتر کے افکار و نظریات پر ناز تھا۔

علم النفس اور علم تربیت تو فرائڈ اور ڈاروین کے نظریات میں رنگے ہوئے ہیں، یہی حال ثقافت و تمدن کا ہے۔

یورپ کی تعلیم گاہوں اور مراکز تعلیم کا جب یہ حال ہے تو وہاں چھڑنے والی سیاسی و سماجی معرکہ آرائیاں دین و حکومت کی آویزش اور اخلاقی انارکی کا انجام معلوم تھا لیکن مشرق جو فضائل زندگی کی دولت سے فیضیاب تھا اسے یورپ کی اندھا دھند تعلیم کی ضرورت نہ تھی، اسلام نے اس کے ہر شعبۂ زندگی کے لئے تعلیمات اور ضوابط عطا کر رکھے تھے، ایسی بنیادیں اس کو فراہم کر دی گئی تھیں جن پر انسانی زندگی کی عظیم الشان عمارتیں تعمیر کی جا سکتی ہیں۔

لیکن یہ نظریات جو مغرب سے بہہ کر مشرق میں آتے رہے ہیں اور انسانی علوم کی شکل ہمارے ادارے اور تعلیم گاہیں بڑے فخر و اعزاز کے ساتھ انھیں قبول کر لیتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سنگریزوں اور ریت کو ملا کر کوئی دیوار اٹھا رہا ہو، ظاہر ہے یہ دیوار کب تک کھڑی رہ سکتی ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری اس سلسلہ میں ہماری تعلیم گاہوں کی ہے جنھوں نے اب تک اس حقیقت کو نہیں اپنایا کہ انھیں اپنے نصاب اور نظام تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت ہے، فاسد اور انسانی حسن و کمال سے خالی نصاب کو چھوڑ کر ٹھوس اور صالح نصاب تیار کرنے کی حاجت ہے۔

دعائے مغفرت

مولوی مطیع الرحمٰن ندوی استاذ مدرسہ اسلامیہ بیت مئو شاخ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے والد محترم کا حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک طالب علم محمد عامر ندوی کی والدہ کا مختصر علالت کے بعد ١٠ر جولائی ٩٧ء کو انتقال ہو گیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س: مقروض پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

ج: اگر کسی شخص کے پاس نصاب سے زیادہ مال ہو اور اس پر ایک سال بھی گذر چکا ہو لیکن اس پر اتنا قرض ہو جسے ادا کرنے کے بعد وہ مال نصاب سے کم رہ جاتا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے، اسے اپنا قرض ادا کرنا چاہئے۔

س: عورت کا مہر شوہر کے ذمہ تھا اس نے تین سال کے بعد دیا تو وہ گذشتہ تین سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گی یا نہیں؟

ج: عورت کا مہر اس کے شوہر کے ذمہ "قرض ضعیف" کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس پر اس وقت تک زکوٰۃ نہیں ہے جب تک عورت کو اس میں سے بقدر نصاب یا اس سے زائد رقم وصول نہ ہو جائے اور اس پر ایک سال نہ گذر جائے۔

س: کیا مسجد کی چھت پر امام کے رہنے کیلئے کمرہ بنا سکتے ہیں؟

ج: نہیں! مسجد کی چھت پر امام کے رہنے کے لئے یا کرایہ پر دینے کے لئے کمرہ بنانا درست نہیں ہے۔

س: ایک مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی جا چکی ہے، اسی مسجد میں کوئی شخص نماز پڑھنا چاہتا ہے تو کیا وہ اذان و اقامت کہہ سکتا ہے؟

ج: جماعت ہو جانے کے بعد اگر کوئی شخص اسی مسجد میں نماز پڑھنا چاہے تو اس کے لئے اذان و اقامت کہنا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے لوگوں کو مغالطہ ہوگا۔

س: راستے میں بعض مقامات پر ایسی مسجدیں ہوتی ہیں جن میں باقاعدہ جماعت نہیں ہوتی ہے تو ایسی مسجد میں اذان و اقامت کا کیا حکم ہے؟

ج: مذکورہ مساجد میں بار بار اذان و اقامت کہنا مکروہ نہیں ہوگا۔

س: نفل نماز میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے یا نہیں؟

ج: سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

س: الحمد اور سورہ کے درمیان بسم اللہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

ج: بسم اللہ نہیں پڑھے گا۔

س: عورت حج بدل کر سکتی ہے؟

ج: ہاں، محرم یا خاوند ساتھ ہو تو عورت حج بدل کر سکتی ہے، لیکن مرد کو حج بدل کے لئے بھیجنا اولیٰ اور بہتر ہے۔

س: ایک بیوہ عورت حج کرنا چاہتی ہے لیکن کوئی محرم نہیں ہے، کسی نے کہا حج کو جانے والا شخص زبانی بہن کہہ کر لے جائے تو گنجائش ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

ج: منہ بولا بھائی شرعاً بھائی نہیں ہے، اس کے ساتھ حج کو جانا جائز نہیں، حرام ہے، جائے گی تو گنہگار ہوگی چونکہ خاوند یا محرم میں سے کوئی نہیں ہے اس لئے اس پر حج فرض نہ ہوگا۔

س: کیا حج کی فرضیت کے بعد والدہ کی اجازت کی ضرورت ہے، اگر کوئی ناراضگی کے باوجود حج کو جائے تو گنہگار ہوگا؟

ج: اگر والدہ خدمت کی محتاج نہیں ہیں تو اجازت لینی ضروری نہیں ہے اگر والدہ اجازت نہ دیں تب بھی فرض حج کے لئے جانا ضروری ہے۔

س: عقیقہ میں لڑکے کے لئے ایک بکرا کافی ہے یا نہیں؟

ج: اگر گنجائش ہو تو دو بکرے یا بڑے جانور میں دو حصے افضل ہیں ورنہ ایک بکرا یا بڑے جانور میں ایک حصہ بھی کافی ہے۔

رہے نام اللہ کا

شمس الحق ندوی

”نئی دہلی ۔ ۲۸ جولائی ۱۹۹۶ء تیلگو دیسم کی مسز رینوکا چودھری نے مطالبہ کیا ہے کہ ملک کے قوانین میں اس طرح سے ترمیم کی جائے کہ عورتوں پر ہونے والے مظالم خصوصاً آبرو ریزی کا سد باب ہو سکے، حال ہی میں حیدرآباد میں اغوا اور آبرو ریزی کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مسز چودھری نے کہا کہ اس قسم کے جرائم کی سزا بالکل اس انداز میں دی جائے جیسی کہ عرب ممالک میں دی جاتی ہے۔“ [1]

ہمارے ملک میں اغوا، آبرو ریزی اور عورتوں پر ظلم و زیادتی کی جو روح فرسا خبریں سننے میں آتی ہیں وہ ہر پڑھے لکھے اور دل میں انسانیت اور شرم و حیا کا ذرا بھی شعور رکھنے والے شخص کے سر کو شرم سے جھکا دیتی ہیں، ان واقعات پر ہمارے ملک کی صوبائی اسمبلیوں اور پارلیمنٹ میں سوالات بھی ہوتے رہتے ہیں کچھ بحثیں بھی ہوتی ہیں ان واقعات کے سد باب کی تجاویز بھی پیش اور پاس کی جاتی ہیں مگر ہر اگلے دن ان جرائم میں اضافہ ہی ہوتا ہے سد باب تو کجا ادنی کمی بھی نہیں ہوتی، آخر مسز چودھری کی زبان سے جو پڑھی لکھی اور راجیہ سبھا کی ممبر خاتون ہیں یہ لفظ نکل ہی گیا کہ ”اس قسم کے جرائم کی سزا بالکل اسی انداز میں دی جائے جیسی کہ عرب ممالک میں دی جاتی ہے۔“

عرب ممالک میں جو سزائیں دی جاتی ہیں وہ وہی یا اس سے قریب تر ہوتی ہیں جو اسلام نے مقرر کی ہیں۔ کیا اسلامی طریقہ پر عبرت ناک سزا چار چھ کو دے کر پورے ملک و معاشرہ کی بہن بیٹیوں کی عزت و آبرو کا بچا لینا یہ جرم ہے؟ یا اس میں تساہلی اور کوتاہی برت کر شریف زادیوں کی عزت و آبرو کو خطرہ میں ڈالنا یہ جرم ہے؟ زنا ناقابل معافی جرم ہے؟ یا اس کی اجازت دے کر معاشرہ میں بن بیاہی ماؤں اور بے باپ کے بچوں کی کثرت جرم ہے؟ یوروپی ممالک اس کا کیا کڑوا پھل کھا رہے ہیں ہم اخبارات میں اس کی تفصیل پڑھتے رہتے ہیں۔ مسز رینوکا چودھری پڑھی لکھی خاتون ہیں یقیناً یوروپی ممالک کی خبریں پڑھتی ہوں گی اور اپنے ملک کا حال تو گویا آنکھوں دیکھا حال ہے پھر ان کی رگ نسوانیت کا پھڑکنا اور اس کی حفاظت کے لئے عرب ملکوں کا حوالہ دینا ایک فطری بات ہے۔ مگر ان عقل کے دشمنوں کو کون سمجھائے جو اسلامی سزاؤں کو ظالمانہ سزا کہہ کر ملک و معاشرہ کو آگ کی بھٹی میں جھونک دیتے ہیں، اور آزادی نسواں کا ڈنکا بجا کر اس کی عزت و آبرو سے کھیلتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں ایک یوروپین خاتون کے درد و حسرت میں ڈوبے ہوئے الفاظ نقل کر دینا ہی کافی سمجھتے ہیں۔

”انگلستان کی عورتیں اپنی تمام عصمت و عفت کھو چکی ہیں اور ان میں بہت کم ایسی ملیں گی جنھوں نے اپنے دامن عصمت کو حرام کاری کے دھبے سے آلودہ نہ کیا ہو ان میں شرم و حیا نام کی بھی نہیں اور ایسی آزادانہ زندگی بسر کرتی ہیں کہ اس ناجائز آزادی نے ان کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ ان کو انسانوں کے زمرے میں شامل کیا جائے ہمیں سرزمین مشرق کی مسلمان خواتین پر رشک آتا ہے جو نہایت دیانت و تقویٰ کے ساتھ اپنے شوہروں کے زیر فرمان رہتی ہیں“ [2]

ہمارے ملک میں لوٹ مار قتل و غارت گری بھی عام ہو چکی ہے ریلوں بسوں تک میں دن دہاڑے لوٹ مار ہو رہی ہے جان و مال سب غیر محفوظ ہیں کیا ہمارے ملک میں پولیس اور عدالت نہیں؟ ہیں دونوں لیکن مقدموں کا بروقت فیصلہ اور چور و قاتل کو عبرت ناک سزا دونوں مفقود ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کا امن و امان غارت ہو کر رہ گیا ہے۔

اسلام میں چور کی سزا یہ ہے کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے اس عبرت ناک سزا کو دیکھ کر کسی میں یہ جرأت نہ ہو کہ وہ چوری ڈاکے کا مجرم بنے عقلائے زمانہ کہتے ہیں کہ یہ اسلام کا بڑا ظالمانہ قانون ہے کیا دو چار چوروں کے ہاتھ کاٹ کر ملک بھر کے لوگوں کے مال کو محفوظ کر دینا ظلم ہے یا چوروں کو چھوٹ دے کر پورے ملک کے لوگوں کو چوروں اچکوں کے حوالے کر دینا؟

عرب ملکوں میں سے سعودی عرب میں اس قانون پر عمل ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک مشاہد اپنا مشاہدہ یعنی آنکھوں دیکھا حال یہ بیان کرتا ہے کہ نماز کے لئے اذان ہوتی ہے تو جیولرس یعنی سونار سونے کے زیورات سے بھری ہوئی دوکان کو کھلی چھوڑ کر صرف ایک کپڑا ڈال کر نماز کو چلے جاتے ہیں اور کسی کی مجال نہیں کہ ایک تنکا وہاں سے اٹھا لے اس لئے کہ دل میں چوری کا جذبہ پیدا ہوتے ہی چور کو اپنا ہاتھ کٹتا ہوا نظر آتا ہے پھر وہ کیوں کر چوری کی ہمت کر سکتا ہے، مشاہد یہ بھی لکھتے ہیں کہ ہم نے کسی ایک آدمی کو نہیں دیکھا کہ اس کا ہاتھ کٹا ہو۔ اس لئے کہ ایک دو کو سزا ملنے کے بعد اس کی نوبت ہی نہیں آتی پھر یہ کہنا کہ کٹے ہوئے ہاتھ والوں کی کثرت ہو گی کیسا مضحکہ خیز خیال ہے۔

اسی طرح سے اسلام میں فوجداری کا یہ قانون ہے اگر کسی نے کسی کا ہاتھ توڑ دیا تو بدلہ میں اس کا بھی ہاتھ توڑ دیا جائے گا آنکھ پھوڑ دی تو بدلہ میں اس کی بھی آنکھ پھوڑ دی جائے گی اور اگر کہیں جان سے مار ڈالا اور قتل کر دیا تو بدلہ میں اس کو بھی قتل کر دیا جائے گا اس عبرت ناک سزا کے بعد کیسے کسی کی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو قتل کرے، جب قاتل کو قتل سے پہلے ہی اپنے قتل کئے جانے، بچوں کے یتیم اور بیوی کے بیوہ ہونے کا تصور آ جائے گا تو اس کا سارا جوش و جنون ٹھنڈا ہو کر رہ جائے گا اس طرح سے معاشرہ سکون و چین کے ماحول میں زندگی گذارے گا کیا دو چار قاتلوں کو قتل کر کے پورے ملک کی جانوں کو محفوظ کر دینا یہ ظلم ہے یا ظالموں کو چھوڑ کر پورے ملک کے لوگوں کو خطرہ میں ڈالنا یہ ظلم ہے؟ دیکھنے میں تو قاتل کو قتل کرنا بڑی زیادتی معلوم ہوتا ہے لیکن ایک کو قتل کی سزا دے کر ہزاروں جانوں کو محفوظ کر دیا جاتا ہے کیا ایسا کرنا ظلم ہے؟ اسی لئے قرآن کریم میں بڑی صفائی اور وضاحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ ”وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ اور تمہارے لیے اے اہل فہم قانون قصاص ہی میں زندگی ہے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ (البقرۃ ۱۷۹)

قانون قصاص عین عدل و مساوات کا قانون ہے اور اجتماعی نظام کے قیام کا بہترین ضامن ہے کہ کوئی کسی پر زیادتی نہ کرنے پائے، اور کمزور و طاقتور سب کے حق محفوظ ہو جائیں ایسا نہ ہو کہ جو طاقتور ہوں وہ کمزوروں پر ظلم ڈھاتے رہیں۔

”مسز رینوکا چودھری کی زبان سے ایک حقیقت پر مبنی بات آخر نکل ہی گئی

---

[1] قومی آواز (لکھنؤ)

[2] الفاروق (کراچی)

عربی مدارس کے نصاب کے لئے اصول فقہ کے موضوع پر
عربی زبان میں ایک مفید پیشکش

”الموجز فی اصول الفقہ“

تالیف :- محمد عبید اللہ الاسعدی

میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا، کتاب مختصر ہونے کے ساتھ نافع سہل اور جامع ہے، مؤلف نے اس کتاب کے اندر مختصر عبارت اور سہل اسلوب میں حنفی اصول فقہ کی کتابوں کا لباب پیش کر دیا ہے، ساتھ ہی مقصد و مقام کی رعایت کے ساتھ ہر مسئلہ باحوالہ اور ہر بحث محققانہ ہے
(شیخ عبد الفتاح ابو غدہ ریاض)

مطبوعہ دار السلام قاہرہ صفحات ۳۰۰ قیمت ۲۰/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ حراء پوسٹ بکس ۲۷۲ ندوہ روڈ لکھنؤ ۲۲۶۰۰۷

ہمارے مدارس میں ابتدائی و ثانوی درجات کا نصاب

مولانا سلمان الحسینی ندوی

تعلیم و تربیت کے کام میں دو چیزوں کی بڑی اہمیت ہے ایک نصاب تعلیم اور نظام تربیت اور دوسرے معلم و مربی، معلم و مربی کیلئے جو شرائط و صفات مطلوب ہیں، ان میں تغیر و تبدل اکثر نہیں ہوتا، اگر ہوتا بھی ہے تو صرف شکلی، لیکن نصاب تعلیم و نظام تربیت میں رد و بدل اور ترمیم و اضافہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہنا چاہئے، نصاب تعلیم اور نظام تربیت کی تاریخ اس کی گواہ ہے۔

ہمارے مدارس دینیہ کے ابتدائی و ثانوی درجات کا نصاب بدلتے ہوئے حالات میں نظر ثانی کا مستحق ہے افسوس یہ ہے کہ اتنے اہم اور حساس مسئلہ پر ہمارے اہل علم حضرات سنجیدگی سے بیٹھ کر اجتماعی غور و خوض نہیں کرتے، نصاب تعلیم، طریقۂ تدریس، نظام تربیت اس کے عملی نتائج، کامیابی کی فیصد، دوسرے اسکولوں سے موازنہ، مقاصد کے حصول، رکاوٹیں اور ان کے ازالے کے موضوع پر جتنا سوچ بچار کرنا چاہئے نہیں کرتے، حالانکہ اس کی ضرورت سے کسی کو انکار نہیں، لیکن غالباً اپنی اپنی مصروفیتوں میں اس کے لئے وقت نہیں نکل پاتا۔ بہرحال سطور ذیل میں اس موضوع پر میں اپنے کچھ خیالات پیش کر رہا ہوں امراض کی نشاندہی اور ان کے علاج کی شکلیں کیا ہوں، اس موضوع پر یہ کچھ منتشر خیالات ہیں، اہل علم کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ ان کی رائے اور تبصرہ سے مستفید ہو سکوں۔

دینی مدارس کے نصاب میں ایک حصہ علوم شرعیہ کا ہوتا ہے اور ایک حصہ علوم لغویہ کا، علوم شرعیہ اور علوم لغویہ دونوں کے لئے اساس عربی زبان ہے۔ لیکن عربی زبان میں طالب علم کو عام طور پر آخری سالوں تک یعنی دورۂ حدیث یا فضیلت تک قدرت نہیں پیدا ہو پاتی، دو چار طلبا میں اگر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے تو ۲ فیصد ۵ فیصد پر کامیابی کا تصور مضحکہ خیز ہے۔ ۵۰ ۔ ۶۰ فیصد نتائج کے حصول پر کامیابی کی مسرت ہو سکتی ہے۔

جن مدارس کے نصاب میں انگریزی داخل ہے تو وہ بھی برائے نام ہے، وجہ ظاہر ہے کہ عربی زبان کو ہم اس طرح نہیں پڑھاتے جس طرح انگلش میڈیم اسکولوں میں انگلش پڑھائی جاتی ہے، اور انگلش سالہا سال تک پڑھانے کے باوجود وہ استعداد نہیں پیدا کر پاتے جو چھ مہینہ کی انگلش کوچنگ میں پیدا ہو جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ عربی زبان سے ہمارا سابقہ اخیر تک رہتا ہے، ہم اردو، ہندی، انگریزی زبانیں پہلے سے شروع کر دیتے ہیں اور عربی زبان زیادہ تاخیر سے پڑھاتے ہیں۔

ایک غلطی ہم یہ کرتے ہیں کہ زبان کی تلقین و تعلیم کے ساتھ ہی قواعد (Grammer) بھی شروع کر دیتے ہیں، جو غیر فطری طریقہ ہے، اور اس طریقہ سے ہم بچہ کی زبان پر زنجیریں ڈال دیتے ہیں، اس میں روانی کبھی نہیں پیدا ہو پاتی۔ دیگر زبانوں کی تعلیم میں بھی زبان بولنے لکھنے اور ڈائرکٹ سمجھنے پر زور نہیں دیتے۔

قرآن مجید کا نصاب بھی ترمیم و اضافہ کا محتاج ہے، درجہ پنجم تک ناظرہ قرآن مجید ہو جانا چاہئے اور پارۂ عم یاد کرا دینا چاہئے، تجوید کی مشق کرا دینا چاہئے کہ حفظ و تجوید بچپن میں کالنقش فی الحجر ہوتا ہے۔ ثانویہ کے پانچویں درجہ تک ۲۹ واں پارہ بھی یاد ہو جانا چاہئے اور ترجمہ قرآن کے مرحلہ سے بھی گذر جانا چاہئے۔ عربی کی اچھی قدرت کے بعد یہ بات آسان ہو جائے گی

دینیات اور فقہ میں زیادہ تسلسل اور ربط کی ضرورت ہے ہمارے نصاب میں مضامین کا بوجھ بچہ پر زیادہ ڈال دیا گیا ہے یہ اصول و نفسیات تعلیم کے خلاف ہے، کئی مضامین ایسے ہیں جو آپس میں ضم کئے جا سکتے ہیں مثلاً تربیتی مضمون، سماجی علوم، عام معلومات یہ تینوں مضامین اردو زبان کے ضمن میں پڑھا دینا چاہئے، بعض اداروں کا اردو زبان کا نصاب اس ضرورت کو بڑی حد تک پورا کر دیتا ہے، اسی کے ساتھ عام معلومات کی کوئی کتاب بھی شامل کی جا سکتی ہے۔

حساب کی بڑی اہمیت ہے، عام زندگی میں جو اس کی ضرورت ہے سو ہے، سائنسی علوم کے لئے اس کی ضرورت بہت زیادہ ہے، حساب اور سائنس کا ایک گھنٹہ مستقل ہونا چاہئے۔

تاریخ اور ادبی معاون کتابیں خارجی مطالعہ میں ہونی چاہئیں، ان کو سبقاً سبقاً پڑھانا اور باقاعدہ ان کے لئے مستقل گھنٹہ رکھنا، غیر ضروری ہے۔

۵ سال کے بچہ کو اطفال میں لینا چاہئے، ۱۰ سال تک ابتدائیہ اور ۱۵ سال تک ثانویہ کی تعلیم مکمل ہو جانی چاہئے، یہ تعلیم لازمی ہونی چاہئے اور اس مرحلہ پر طالب علم کو سند ثانویہ (Highschool Certificate) دینا چاہئے، اس کے بعد اسے اپنی زندگی کیلئے کسی شعبہ اور کسی لائن کو اختیار کرنے کا موقع دینا چاہئے، کلیۃ اللغۃ، کلیۃ الشریعۃ، کلیۃ التجارۃ، کلیۃ العلوم، کلیۃ التکنولوجیا، کسی بھی کلیہ (Faculty) میں اس کا داخلہ ہو سکتا ہے۔

ثانویہ تک اس کی استعداد ایسی ہو جانی چاہئے کہ وہ آگے علوم شرعیہ اور علوم لغویہ کے اپنے مزید مطالعہ میں خود کفیل ہو، اور فرض عین کی حد تک اس میں کمی نہ رہ جائے، اس کے بعد کام حسب فرض کفایہ ہوگا۔

ابتدائیہ اور ثانویہ کے مدرسین کے لئے تربیت مدرسین کورس ضرور ہونا چاہئے اور اسمیں پاس ہونے والوں کو ہی مدرس کی حیثیت سے لیا جانا چاہئے۔ جب تک اس کا نظم نہ ہو اس وقت تک ”مدرسین“ کے لئے چند روزہ تربیتی کیمپ منعقد کئے جائیں تاکہ نفسیات تعلیمی اور اصول تعلیم سے متعلق بنیادی باتیں مستحضر رہیں۔

مدرس کو بچہ کی نفسیات سے ضرور واقف ہونا چاہئے، اس سلسلہ کی کتابیں اس کے مطالعہ میں رہیں، اور تربیتی کیمپ میں اسی کی شرکت ہو۔

۱۰ سال کی عمر تک یعنی ابتدائیہ کے مرحلہ میں تعلیم و تربیت کے نظام میں تشویق، ترغیب اور تحریض پر سب سے زیادہ زور دینا چاہئے، بچہ کو مارنے سے گریز کرنا چاہئے۔ ہاں نازیبا بات پر تنبیہ کر دینا چاہئے، ۱۰ سال کی عمر کے بعد سے تنبیہ اور مؤاخذہ کا دور شروع ہوتا ہے ۱۵ سال کی عمر تک اس کی ساری ذمہ داری معلم و مربی پر ہوتی ہے یعنی ابھی تکلیف شرعی کا زمانہ نہیں شروع ہوا جس میں ایک نوجوان خود مکلف، مسئول اور ذمہ دار ہو جاتا ہے اور تنبیہ و مؤاخذہ کی نوعیت میں تبدیلی آ جاتی ہے یعنی فرد کی مسئولیت کے ساتھ مؤاخذہ ہوتا ہے اور ۱۰۔۱۵ سال کے درمیانی عرصہ میں مربی و معلم کی مسئولیت کے ساتھ مؤاخذہ کا عمل اختیار کیا جاتا ہے۔

اکثر و بیشتر ہمارے مکاتب میں ابتدائی تعلیم سب سے زیادہ مشکل ہوتی ہے اور اس میں مدرسین بچوں کو تختۂ مشق بناتے ہیں، نتیجتاً، تعلیم کے ساتھ جبر و اکراہ، ضرب و تادیب کا لازمی ربط ہو جاتا ہے اور خوف کی نفسیات کے ساتھ طالب علم پڑھتا ہے یہ اصول تعلیم کے خلاف ہے اور خاص طور پر تعلیمات نبوی کے خلاف ہے۔

کانونٹ اور مانٹیسری اسکولوں میں اگرچہ دوسرے پہلو میں غلو ہو گیا ہے اور ان کے بعض آداب ہمارے مکروہات میں شامل ہیں، لیکن ان کے نظام تعلیم و تربیت کا اکثر حصہ صحیح ہے، اور اسلامی تصورات تعلیم کا حامل ہے، ہمیں ارشاد نبوی ”الکلمة الحکمة ضالة المؤمن أنى وجدها فهو أحق بها“ (دانش مندی مومن کا گم شدہ مال ہے، جہاں بھی اسے ملے تو وہی اس کا زیادہ حقدار ہے) کے پیش نظر کھلے ذہن کے ساتھ ایسے اسکولوں کے تجربات کا مطالعہ کرنا چاہئے، اور پھر ان کے جو پہلو پسند آئیں اور اسلام کے منافی نہ ہوں انھیں فراخدلی سے اپنی متاع گم شدہ سمجھ کر لے لینا چاہئے۔

بچوں کی نفسیات اور اصول تعلیم پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، کیونکہ ان کے بھی اکثر ماخذ یورپین ہیں، اس لئے ہمیں وہاں بھی اسی مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں عمل کرنا ہوگا، تو حیاتی علوم کی طرح ان کو کلاً تسلیم کر لیا جائے ماحول، عقائد، تصورات، تاریخی اور

موروثی پس منظر کو نفسیات کے علم میں بڑا دخل ہوتا ہے، ضروری نہیں کہ یوروپ کے بچوں کی نفسیات تمام تر ایشیا کے بچوں کی نفسیات کے مطابق ہو، اور خاص طور پر جب مسئلہ اسلام کا ہو جو خود ایک مستقل نظام ہے، اور اس کا اپنا خود علم نفسیات ہے، ہاں ہماری میراث یوروپ نے لی اور اس پر محنت کی، ریسرچ کیا، اور تحقیقات پیش کی ہیں تو ان تحقیقات میں جو چیز ہمارے لئے مفید اور کارآمد ہو اسے ہمیں لے لینا چاہئے۔

ابتدائی وثانوی تعلیم میں بچوں کے ایک لباس یونیفارم کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ اس سے یک رنگی، اتحاد، مساوات کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے اور غریب وامیر کے فرق کے رد عمل، اور غریب بچوں کی خوشحال بچوں کی نقالی سے پیدا ہونے والی مشکلات کا سد باب بھی ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ بچوں کا منظر جب وہ یونیفارم میں ہوتے ہیں، خوشنما ہوتا ہے۔

تربیتی نظام میں ورزشی کھیلوں کی بھی بڑی اہمیت ہے اس سے جسمانی چستی اور پھرتیلے پن کے علاوہ، ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہوتا ہے، ہمت بلند ہوتی ہے شجاعت دلیری پیدا ہوتی ہے، اس کے ساتھ ترانوں کی شمولیت اس کی تاثیر کو دوبالا کر دیتی ہے۔

بچوں کی تربیت میں وقت کی پابندی ڈسپلن، مدرسہ کی صفائی کا اہتمام، مدرسہ کا اچھا منظر، اور بچوں سے صفائی وستھرائی کا مطالبہ بہت ضروری ہے۔ کتابوں کو صحیح طور پر اور ایک طرح کے بستہ میں لانے، درجہ میں قاعدہ سے نکالنے، رکھنے، خوش خط لکھنے، اور خوش آوازی کی تاکید کرنے کے بھی اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

سات سال کی عمر سے بچہ میں خود اعتمادی پیدا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے اس کی ہمت بلند کی جائے اور خارج اوقات میں اس کی عمر کے مناسب بعض ایسے کام لئے جائیں جن سے اس کے اندر اپنی شخصیت اور خودی کا احساس پیدا ہو، ہاں اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ یہ تناسب سے بڑھنے نہ پائے اور بڑوں کے ساتھ گستاخی نہ پیدا کر دے اکثر اس معاملہ میں افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ ادب وتربیت کے نام پر بچہ کو اس قدر پابند بنایا جاتا ہے کہ اس کی شخصیت سمٹ کر رہ جاتی ہے، بڑوں کے سامنے وہ سہما ہوا رہتا ہے یا بناوٹی ادب وخاموشی اختیار کئے رہتا ہے، یا کہیں اس کو اس قدر چھوٹ دے دی جاتی ہے کہ وہ گستاخ وبے ادب بن جاتا ہے اور اخلاقی قدروں کو نہیں سمجھ پاتا۔ دونوں کے درمیان راہ اعتدال اختیار کرنا ضروری ہے بچوں کو حفظان صحت کی تعلیم دینی چاہئے خدمت خلق کی عادت ڈالنا چاہئے، شجر کاری اور چھوٹی موٹی دستکاری صنعتوں کا عادی بنانا چاہئے۔

ثانوی درجات میں بچوں کو N.C.C. کے نظام کے مطابق جسمانی تربیت دینا چاہئے، نشانہ بازی کی مشق بھی کرانا چاہئے، اور صالح مقاصد کا داعی بنانا چاہئے۔

ثانوی درجات کے طلباء کے اندر دعوتی جذبہ پیدا کرنا بھی ضروری ہے، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ تعلیمی نظام کے ساتھ تربیتی نظام کے ایک حصہ کے طور پر دعوتی کام کی مشق بھی طلبا کو کرائی جائے، ہر جمعرات کی شام کو چند طلبا کو ایک دو مدرسین کے ساتھ آس پاس کے محلوں قصبوں اور دیہاتوں میں دعوتی کام کے لئے بھیجا جائے، جمعہ کی شام تک وہ تبلیغی طرز پر اور وسیع مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے کام کر کے مدرسہ واپس آجائیں اور کام کی رپورٹ مدرسہ کے منتظم کے سپرد کر دیں، طلبا کو داعی بنانے سے ان کے اندر بلند ہمتی پیدا ہوتی، وہ احساس کمتری میں مبتلا نہیں ہوتے، متاثر اور مرعوب نہیں ہوتے۔ ہمارے مدارس کے طلباء کے یہ مہلک امراض ہیں جن کی وجہ سے مدارس میں پڑھنے کے باوجود وہ فیشن اختیار کرنا چاہتے ہیں اور انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ سے متاثر ومرعوب ہو جاتے ہیں، اس کا بنیادی سبب یہی ہے کہ ان کے اندر تحریکی اور دعوتی جذبہ پیدا نہیں کیا جاتا ہے، اس جذبہ کو میدان سے ہٹا کر، اور صرف مدرسہ کی چہار دیواری میں نہیں پیدا کیا جا سکتا، بلکہ اس کے لئے ان کو میدانی کام کی مشق کرنا ہوگی، تبلیغی جماعت میں عام افراد کی دین پر پختگی اور اس کی پرزور دعوت کے پیچھے یہی عملی دعوتی محنت کار فرما ہے۔

بعض مربی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ تحریک ودعوت طلباء کے لئے مضر ہے یقیناً وہ طلباء جن کا علمی مزاج بن چکا ہے اور وہ یکسوئی کے ساتھ علمی محنت میں لگے رہتے ہیں ان کے لئے دعوت سے وابستگی اور دعوتی کام کی قدر ومحبت کافی ہے، ان کی علم میں پختگی اور گہرائی امت کے لئے زیادہ مفید ہوگی، لیکن ایسے طلبا بہت کم ہوتے ہیں، فیصلہ اکثری تعداد کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ آج تقریباً ۹۵ فیصد طلبائے مدارس احساس کمتری اور مرعوبیت کے شکار ہیں، یا دعوتی کام سے مربوط نہ ہونے کی وجہ سے اپنے اوقات کا صحیح مصرف تلاش نہیں کر پاتے جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ بہت سی صلاحیتوں کے باوجود غلط رخ پر پڑ جاتے ہیں۔ ہاں جو طلباء علمی کام میں یکسوئی کے ساتھ لگے ہیں انھیں کسی مربی روحانی سے اپنا تعلق ضرور رکھنا چاہئے، اس سلسلہ میں مدرسین کو چاہئے کہ ان کو مناسب مشورہ دیں تاکہ علمی مباحث میں مسلسل مشغولیت سے جو دماغ، اور دوسروں کی تردید اور تجہیل کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اس کا علاج ہوتا رہے، اور طبیعت میں اعتدال قائم رہے معلومات، فکر میں شورش نہ پیدا کر دیں اور اسلاف پر جا بیجا تنقید کا دروازہ نہ کھول دیں، طلباء کی ایک تعداد اس رخ پر چل پڑتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ طلباء کے جن امراض کی نشاندہی کی جا رہی ہے، یہ حقیقت میں مدرسین کے امراض ہیں، وہ بھی طلباء رہ چکے ہیں، ممکن ہے انھوں نے اپنے مدرسین سے یہ امراض لئے ہوں، اصلاً اساتذہ ومدرسین کے انتخاب میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جس کو ہم معلم بنا رہے ہیں، وہ نرا معلم ہے، یا مربی بھی ہے، نرا معلم علم تو ضرور منتقل کرتا ہے لیکن تربیتی پہلو سے نقصان پہنچا دیتا ہے اس لئے تربیت یافتہ یا کم از کم زیر تربیت مدرسین کا انتخاب کرنا چاہئے۔

غرض کہ اگر نصاب تعلیم ضرورت کے مطابق ہو، نظام تعلیم اچھا اور مستحکم ہو، نظام تربیت صحیح خطوط پر استوار ہو، تو لازماً اچھے نتائج برآمد ہوں گے آج عام طور پر تعلیمی انحطاط اور طلباء کی بے تربیتی کا رونا رویا جاتا ہے لیکن مدرسین کی محفل میں طلبا پر ملامت کی جاتی ہے اور ان کو انحراف کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے اور طلباء کی مجلسوں میں مدرسین پر تبصرے ہوتے ہیں اور ان کو اصل ذمہ دار گردانا جاتا ہے، اور دونوں کی ملی جلی مجلس میں اہتمام وانتظامیہ کو ہدف تنقید بنا لیا جاتا ہے اور اہتمام انتظامیہ، غیر تربیت یافتہ مدرسین اور شری طلباء کا ماتم کر لیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی بھی صورت حال کا پورا اور جرأتمندانہ جائزہ نہیں لے رہا ہے اور اپنے ساتھ سچائی کے لئے تیار نہیں ہے۔ "کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولو علی انفسکم" ارشاد ربانی پر عمل نہیں کیا جا رہا ہے ورنہ مسائل کے حل کی طرف قدم صحیح سمت میں بڑھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین۔

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات عمدہ ولذیذ سلیمانی افلاطون
ان کے علاوہ خصوصی پیشکش
ڈرائی فروٹ برفی | ملک کیک | قلاقند | بادامی برفی | [illegible]
ہر قسم کے تازہ وخستہ بسکٹ اور نان خطائیاں خریدنے کا قابل اعتماد مرکز!
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے بمبئی فون نمبر 3200589
بیکری: ۳۳ محمد علی روڈ بمبئی ۳

(دوسری قسط)

حضرت سید احمد شہید کی تحریک کا ادبی پہلو

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

تحریک کے اثرات:

حضرت سید صاحب کے خلفاء وجانشین اور مسترشدین ومنتسبین ارشاد وہدایت کی راہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے اور ہندوستان کے طول وعرض میں جو خلق وخدا، حمیت وغیرت اسلامی کی جو نسیم جانفزا اور ایمان ویقین کی باد بہاری چلی اتحاد ویگانگت کی جو فضا قائم ہوئی تھی توبہ انابت الی اللہ، خشوع خضوع اور خشیت ربانی کے جھونکے جو دلوں کو گدگدا رہے تھے اور اثر پذیری کے جو انمٹ نقوش قائم ہو رہے تھے اور جو روح ابھر رہی تھی حضرت علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تحریر کے آئینہ میں اس کے جمال وجلال کی تصویریں ملاحظہ فرمائیں۔

فرماتے ہیں..... اس تحریک نے اپنے پیرؤوں میں للہیت وخلوص، اتحاد نظم سیاست اور تنظیم کا جو جوہر پیدا کر دیا تھا اس کے سمجھنے کے لئے کتاب سیرت سید احمد شہید کا چوتھا باب پڑھئے، بنگال کی سرحد سے لے کر پنجاب تک اور نیپال کی ترائی سے لے کر دریائے شور کے ساحل تک اسلامی جوش وعمل کا دریا موجیں مار رہا تھا۔ اور حیرت انگیز وحدت کا سماں آنکھوں کو نظر آ رہا تھا۔

سید صاحب کے خلفاء ہر صوبے اور ولایت میں پہنچ چکے تھے اور اپنے اپنے دائرے میں تجدید، اصلاح وتنظیم کا کام انجام دے رہے تھے، مشرکانہ رسوم مٹائے جا رہے تھے، بدعتیں چھوڑی جا رہی تھیں نام کے مسلمان کام کے مسلمان بن رہے تھے جو مسلمان نہ تھے وہ اسلام کا کلمہ پڑھ رہے تھے، شراب کی بوتلیں توڑی جا رہی تھی، تاڑی اور سیندھی کے خم پھوڑے جا رہے تھے، بازاری فواحش کے بازار سرد ہو رہے تھے اور حق وصداقت کی بلندی کے لئے علماء حجروں اور امراء ایوانوں سے نکل نکل کر میدان میں آ رہے تھے اور ہر قسم کی ناچاری، مفلسی اور غربت کے باوجود شام ملک میں اس تحریک کے سپاہی پھیلے تھے اور مجاہد دعوت وتبلیغ میں لگے تھے۔

مولانا اسمٰعیل شہید اور حضرت سید احمد شہید کی مجاہدانہ سرگرمیوں اور اصلاحی کوششوں نیز بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھا، اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی گئی جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے ساحل تک یکساں پھیل گئی لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے اور پھر سرحد پار سکھوں سے مقابلہ ہوا۔ انگریزوں سے محاذ آرائی ہوئی رزم وبزم کے دحشی مقابلوں میں غالب ہوئے۔

مسلمانوں کی عزت وناموس کی حفاظت ہوئی، امت کی شیرازہ بندی ہوئی، امیر المومنین کا انتخاب ہوا، قضاء کا تقرر ہوا، اسلام کی شمع جو عرصہ سے خموش تھی، جل اٹھی، اور ویرانوں میں زندگی وبندگی کے آثار ہر طرف پھیلے ہوئے نظر آنے لگے لاہور کی سلطنت لرز اٹھی۔ اور انگریزوں کی سازشیں ناکام نظر آئیں، لیکن ہمیشہ کی طرح باطل متحد ہوگیا۔ اور حق کی صفوں میں نفاق وانتشار کے جرائم در کرنے لگے، اور بالآخر انہیں دراندازوں کے نتیجہ میں بالاکوٹ کے معرکہ میں وہ پاک نفوس شہید ہوئے جو عالم انسانیت کے لئے رونق وزینت اور مسلمانوں کے لئے شرف وعزت اور خیر وبرکت کا باعث تھے ان کا وہ خون شہادت جو ساری مادی نگاہوں کے سامنے بالاکوٹ کی مٹی میں جذب ہو گیا اور اسکے جو ذرات باقی تھے گردش روزگار کی بدلیوں نے اسے بھی دھل دیا لیکن اکوڑے اور "شیدو" کے میدان نور واور مایار کی رزم گاہ سے لے کر بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک پھیلی ہوئی خون شہادت کی لکیریں اور شہیدوں کی قبریں انکی جد وجہد" اور جہاد واجتہاد کی وہ کھلی کتابیں ہیں جو دعوت عمل، اور خدا کی راہ میں سرفروشی کی آج بھی دعوت دے رہی ہیں۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

اس عظیم الشان تحریک نے جہاں تیر وسناں کے جوہر دکھائے، وہیں اسکے اشہب خامہ نے مزعومات فاسدہ، اور معتقدات باطلہ، بدعت وشرک اور اوہام پرستی کے استھانوں کو اپنی ٹاپوں سے روند دیا۔ اور نوک قلم سے توحید وللہیت، اخلاص توکل اور ایثار کی عمدہ تصویریں دلوں میں، ذہنوں میں، بلکہ رگ وپے میں اتار دیں، اس فریضہ کو انجام دینے والوں میں سب سے ممتاز حیثیت اور مقام سید اسمٰعیل شہید کو حاصل ہے۔

آپ زبردست مقرر اور با اثر واعظ تھے، آپ جہاد میں شریک ہونے سے پہلے جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ہر جمعہ کو وعظ کیا کرتے تھے آپ کے وعظ ارشاد نے مسلمانوں کی مذہبی اور دینی زندگی میں جو انقلاب پیدا کر دیا اس کے متعلق مولانا ابو الکلام آزاد کا بیان پڑھنے کے قابل ہے، اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تحریک کے سپوتوں نے اردو کے دامن کو زبان وبیان کے کیسے جواہر ریزے اور ادب پارے دیئے۔ فرماتے ہیں

مولانا ابو الکلام آزاد کا بیان

شاہ صاحب (شاہ ولی اللہ دہلوی) نے مزاج وقت کے عدم تحمل واستعداد سے مجبور ہو کر بحکم ؎

برمز نکتہ ادا می کنم کہ خلوتیاں
سبو بکشادند ودر قفل بستند

دعوت واصلاح امت کے جو بھید پرانی دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے حجروں میں دفن کر دیئے گئے تھے اب اس سلطان وقت اور سکندر اعظم کی بدولت شاہجہاں آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ہنگامہ مچ گیا اور ہندوستان کے کناروں کو بھی گزر کر نہیں معلوم کہاں کہاں تک چرچے اور افسانے پھیل گئے جن باتوں کے کہنے کی بڑوں بڑوں کو بند حجروں کے اندر بھی تاب نہ تھی وہ اب سر بازار کہی جا رہی تھی، سامعین بلکہ مخالفین پر بھی مولانا محمد اسمٰعیلؒ کے وعظ کا جو اثر ہوتا تھا اس کا اندازہ معاصرانہ تحریروں مثلاً آثار الصنادید میں ہو سکتا ہے، آپ کو اللہ نے جہاں یہ ملکہ دیا تھا کہ اپنی بات استدلالی انداز اور بھاری بھر کم الفاظ میں پیش کریں

جو خطابت کی جان ہے اسی طرح سامعین ومخاطبین کو سامنے رکھتے ہوئے ایسے سلیس وشستہ انداز میں بھی وعظ ونصیحت فرماتے کہ انقلاب احوال ہو جاتا، دلوں کی سلوٹیں نرم پڑ جاتیں اور اندر کی دنیا بدل جاتی۔ ایسے ہی ایک موقع پر جبکہ موضع مردان کے مجاہدوں کو امان دینے کے باوجود بعض مجاہدین نے ان کے مال ومتاع کو لوٹ لیا تو وہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے پاس آئے اور اپنا دکھڑا سنایا اس موقع پر آپ نے شستہ اور سلیس اور سادے الفاظ اور عام فہم انداز میں طاعت امیر پر جو وعظ فرمایا وہ اردو ادب میں فن پارہ سے کم نہیں۔

ادب کی تاثیر

فن بیان میں، احساسات جذبات، خیالات اور اس سے بڑھ کر ہمارے ذوق جمال کی آبیاری کرتے ہیں۔ اور اس طرح ہمارے دل کی گہرائیوں میں پہونچ کر گوش وہوش کے تاروں کو جھنجھنا دیتے ہیں اور ہم بے خود ومست ہو کر جھوم جھوم اٹھتے ہیں، یا غم واندوہ اور غلطی کا احساس ہونے پر آنکھوں سے مئے عشرت شبانہ بہانے لگتے ہیں۔ اثر انگیزی اور لذت افروزی کا یہی وہ بلند مقام ہے جہاں ادب صرف جادو ہی نہیں بلکہ خود زندگی بن جاتا ہے۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا وعظ

زندگی کے ان تابندہ نقوش کو سید شاہ اسمٰعیل شہید کے وعظ ونصیحت کے آئینہ میں ملاحظہ فرمایئے وقائع احمدی میں یہ وعظ ان الفاظ میں موجود ہے۔

مولانا نے ظہر کی نماز کے بعد فرمایا۔ امیر کی طاعت ہر ایک پر فرض ہے ہر مسلمان چاہئے کہ اس کا حکم ماننے میں چون وچرا نہ کرے اگرچہ اپنے نفس کے خلاف معلوم ہو ہم نے سنا ہے کہ آج لوگوں کا مال واسباب واپس ہوا تو بعض بھائیوں کو ناگوار ہوا یہ بات نہ جانے ہم نے خدا ورسولؐ کے حکم کے موافق واپس کروا دیا ہے، اس مال کا لینا بھائیوں کو درست نہ تھا۔ اس بات سے خوش ہونا چاہئے اور شکر کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو قیامت کے مواخذہ سے بچایا اور جو کسی کے دل میں بشریت کی راہ سے کچھ خطرہ نفسانی آیا ہو تو اس سے توبہ کرے، اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے امید ہے کہ بخش دے گا، مولانا کا وعظ سن کر لوگوں پر بڑا اثر ہوا۔ اور اپنے دل میں بڑے نادم ہوئے اور کہا کہ مولانا نے حق فرمایا۔

تقویۃ الایمان کی ادبی حیثیت:

مولانا کی علمی قابلیت، عقل سلیم، نیز منطق اور زور استدلال اور زور کلام کا صحیح اندازہ انکی کتابوں سے ہوتا ہے، مولانا کی چھوٹی بڑی تصنیفات میں فی الوقت تقویۃ الایمان جو اردو ہی میں لکھی گئی۔ اور حقیقت میں یہ کتاب اس تحریک کی جان و روح اور آئینہ ہے جس میں اس عظیم الشان تحریک کی صورت نظر آتی ہے، آپ نے یہ کتاب اس وقت لکھی جب اردو زبان ایام طفولیت سے گزر رہی تھی، ابھی گھٹنوں چلنا نہ آتا تھا، حیرت ہوتی ہے کہ اس زمانہ میں جب اردو نثر میں گنتی کی کتابیں تھیں ایک صاحب کمال نے اس میں کیا جادو بھر دیا ہے اور اس کی مدد سے اپنے خیالات کو کتنی خوبی سے ادا کیا ہے، موج کوثر کے مصنف نے اس پر یوں تبصرہ کیا ہے، یہ کتاب نہ صرف مذہبی بلکہ ادبی نقطۂ نظر سے بھی بڑی اہم ہے اس کا طرز تحریر ایسا با اثر اور پر زور ہے کہ بقول صاحب سیر المصنفین معلوم ہوتا ہے کہ ایک دریائے ذخار امنڈا چلا آتا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں توحید کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ آپ کے زور بیان اور جوش اصلاح کا نہایت عمدہ نمونہ ہے" آپ فرماتے ہیں۔

"سننا چاہئے کہ اکثر لوگ پیروں اور پیغمبروں کو اور شہیدوں کو اور پریوں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں، ان سے مرادیں مانگتے ہیں اور ان کی منتیں مانتے ہیں اور حاجت برائی کے لئے انکی نذر و نیاز کرتے ہیں اور بلا کے ٹلنے کے لئے اپنے بیٹوں کو انکی طرف منسوب کرتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے، کوئی علی بخش، کوئی حسین بخش کوئی امداد بخش، کوئی سالار بخش... انکے جینے کے لئے کوئی کسی کے نام کی چوٹی رکھتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بدھی پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کے کپڑے پہناتا ہے، کوئی کسی کے نام کی بیڑی ڈالتا ہے، کوئی کسی کے نام کے جانور ذبح کرتا ہے، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دہائی دیتا ہے، کوئی اپنی باتوں میں کسی کے نام کی قسم کھاتا ہے، غرض جو کچھ ہندو اپنے بتوں سے کرتے ہیں، سو وہ سب کچھ یہ جھوٹے مسلمان انبیاء اور اولیاء سے اماموں سے اور شہیدوں سے اور فرشتوں اور پریوں سے کر گزرتے ہیں، اور دعویٰ مسلمانی کئے جاتے ہیں سبحان اللہ یہ منھ اور یہ دعویٰ۔

کسی زبان کی ترقی کا راز:

کسی زبان کی ترقی وسعت و ہمہ گیری کی بات یہ ہوتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مراحل میں اظہار رائے کا ذریعہ اور اس کی ضرورتوں کا کفیل ہو اس کے ساتھ ساتھ اسکے ادبی سرمایہ میں دوسری زبانوں کی قدریں، معانی و مفاہیم کو جذب کرنے کی صلاحیت ہو تو اس سے بھی اس کے ادبی اور علمی دائرہ میں وسعت آتی ہے، عربی زبان میں یونانی علوم کے منتقل سے اس کی قدر و قیمت میں مزید اضافہ ہوا، اسی طرح اردو زبان میں فارسی اور عربی کے بیش بہا علمی ذخائر کی منتقلی نے آج اس کو بین الاقوامی حیثیت دی، اور ہر موضوع پر اس زبان میں خامہ فرسائی کی گئی، اس تحریک پر جو کچھ لکھا گیا یا اس کے مقاصد کی وضاحت کی گئی۔ اس کے لئے فارسی زبان کو بھی ذریعہ بنایا گیا، سید صاحب کے ملفوظات کا مجموعہ صراط مستقیم جسے مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا عبدالحی صاحب نے ترتیب دیا۔ آپ کی تحریک کا بہترین آرگن ہے، جہاں معاشرہ کی دکھتی رگوں کو ٹکرا گیا۔ اور موثر پیرایہ بیان میں اس کی خامیوں کی نشاندہی کی گئی ہے، اس کو بھی اردو کا جامہ پہنایا جا چکا ہے، شاہ صاحب کی دوسری کتاب منصب امامت ہے، جو آپ کی ادبی نگارشات کا بہترین نمونہ ہے۔ جہاں وہ مقربین بارگاہ اللہ کی نقش محبوبیت کا تذکرہ کرتے ہیں وہ حصہ بڑا دلکش و دلآویز ہے۔ ہم حضرت شہید کی ایک عبارت اس کتاب سے نقل کرتے ہیں، ہر چند کہ اصل کتاب فارسی میں ہے، لیکن اس کا اردو ترجمہ بھی زبان و بیان کی تاثیر سے پر اور عربی قدر و قیمت سے لبریز اور جذبۂ عقیدت والہانہ محبت، اور عظمت و احترام کا بہترین ادبی نمونہ ہے وہ فرماتے ہیں۔

منصب امامت کی دلآویز عبارت

معلوم ہونا چاہئے کہ انبیاء علیہم السلام کو دیگر افراد انسانی کے مقابلہ میں خاص امتیاز حاصل ہے ان پر قدرت کی نظر رحمت اور ان کو مناجات الٰہیہ سے خاص شرف ہے وہ فراوانی انعامات سے سرفراز فضل و کرم کی بارشوں سے ممتاز ہیں، چمن محبوبیت کے گل یاسمین اور انجمن مقبولیت کے اورنگ نشین ہیں، آسمان انس کے درخشاں اختر اور عالم قدوس افسر ہیں، مناصب جلیلہ کی تفویض کے لائق اور مہتم بالشان امور عظام کی انجام دہی میں فائق ہیں، کروبیوں کے محفلوں کے سردار اور قدوسی لشکروں کے سپہ سالار ہیں ان کی خاص توجہ بند دروازوں کی کنجی ہے اور ان کی دعا لاریب مقبول ہوتی ہے، ان سے محبت کرنے والا حضرت ذوالعزت کا محبوب اور ان سے عداوت رکھنے والا اس بارگاہ میں مبغوض و مغضوب ہے ان سے محبت ترقی درجات کا ذریعہ اور ان کا توسل نجات کا وسیلہ ہے (منصب امامت ص۲)

تحریک کے فروغ میں مولانا عبدالحیؒ کا کردار

اس تحریک کے گل سرسبد مولانا عبدالحیؒ خلیفہ اجل حضرت سید احمد شہیدؒ ہیں۔ آپ کے فیض صحبت نے انہیں جوہر آب دار بنا دیا تھا وہ خاموش طبع تھے، لیکن ان کا ایمان چٹان کی طرح محکم و مضبوط تھا، زبان و بیان پر بے پناہ قدرت تھی، زور خطابت کا یہ حال تھا مسلسل کئی کئی گھنٹے تقریر کرتے اور اپنی ولولہ انگیز تقریروں سے جوش جہاد پیدا کرتے آپ کے خطبات کے نمونہ سیرت سید احمد شہیدؒ میں جو موجود ہیں انکی ادبی اور فنی قدر و قیمت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لکھنؤ میں قیام کے دوران ایک روز آپ نے جمعہ کے دن وعظ فرمایا، مسجد نمازیوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ازدحام کا عالم یہ تھا کہ لوگوں نے اگلوں کی پشت پر سجدہ کیا اس موقع پر مولانا عبدالحیؒ نے سورہ الانبیاء کے اس رکوع سے وعظ کہنا شروع کیا ولقد آتینا ابراھیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین اور ہم نے پہلے ہی سے ابراہیم کو نیک راہ دی تھی اور ہمیں انکی خبر تھی، اس کے ضمن میں تعزیہ داری، عرس، محفل سرود قبر پرستی وغیرہ کو کھول کھول کر بیان کیا ہزاروں شیعہ اور سنی سنتے تھے اور سینکڑوں آدمی زار و قطار روتے تھے، اور آپس میں کہتے تھے کہ سبحان اللہ اس بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا آج ہی قرآن مجید نازل ہوا ہے افسوس کہ آج تک ہم گمراہی میں مبتلا رہے۔

مولانا عبدالحیؒ کی اثر انگیز تقریر:

وقائع احمدی میں ہے کہ تمام حاضرین محفل سکتہ میں تھے، مولانا عبدالحیؒ صاحب نے سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

صاحبو! تم سب سے عرض کرتا ہوں اس کو متوجہ ہو کر سنو اور اس کا جواب دو وہ یہ کہ حضرت عثمانؓ کی داڑھی اتنی بڑی تھی کہ تمام سینہ چھپا لیا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی داڑھی بھی ایسی ہی تھی اہل سنت و جماعت محبت چاریار کا دعویٰ کرتے ہیں اور حضرات شیعہ کو حضرت علی مرتضیٰ کی محبت کا دعویٰ ہے، محبت کے معنی ہیں اس چیز کی طرف میل و رغبت کرنا جو مرضی محبوب کے موافق ہو نہ یہ کہ اپنے محبوب کی رضا کے خلاف چلے، بڑا تعجب ہے کہ دونوں فریق داڑھیاں منڈواتے ہیں اور منھ سے صحابہ اور اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کئے جاتے ہیں

یہ سن کر جن صاحبوں کی داڑھیاں منڈی تھیں، انہوں نے منھ پر رومال باندھ لئے توبہ کی اور اس روز سے لوگوں کو ہدایت ہونا شروع ہو گئی۔

تقریر کا حاصل یہی ہے کہ جس موضوع پر مقرر بول رہا ہے اس کا حق ادا کرے اور مجمع پر اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت اس طرح کرے کہ وہ مجمع کو متاثر کر کے اپنا ہم خیال بنائے اسی جسے تقریر کو نثر فنی کی بہترین قسموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان تصریحات کے آئینہ میں ان خطبات کی ادبی حیثیت کا پتہ چلتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ناخواندگی کے شکنجہ سے یورپ و امریکہ بھی آزاد نہیں۔

اگر کسی کا خیال ہے کہ جہالت و ناخواندگی صرف تیسری دنیا کیلئے خاص ہے تو وہ غلطی پر ہے کیونکہ حال ہی میں ایک یورپی اقتصادی تعمیر و ترقی کو آپریشن تنظیم نے ایک رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ آج بھی لاکھوں کی تعداد میں ایسے یوروپین باشندے موجود ہیں جو لکھنے پڑھنے سے نابلد ہیں اور اس عقدہ کو حل کرنے کیلئے مختلف یورپی حکومتیں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں اور ایک غلط فہمی یہ ہے کہ یورپ کی ناخواندگی محض تیسری دنیا سے تعلق رکھنے والے باشندوں کی وجہ سے ہے حالانکہ رپورٹ میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ ان ناخواندوں میں خالص یورپی نژاد بھی ایک بڑی تعداد میں شامل ہیں رپورٹ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جہالت و ناخواندگی محض تیسری دنیا کے ساتھ خاص نہیں ہے اور یورپ بھی اس میں مبتلا نہیں بلکہ ترقی یافتہ ولایات متحدہ امریکہ بھی اس مرض کہنہ کا شکار ہے حال میں امریکی وزیر محنت نے اعتراف کیا ہے کہ اسکولوں سے نکلنے والی بیس فیصد تعداد ایسی ہے جو لکھنے پڑھنے سے قاصر ہے۔

(خلیج اوسط، ۳۰ اپریل ۱۹۹۳ء)

طلباء کا صفحہ

جنگ آزادی اور مسلمان

ہمارا ہی فسانے میں کہیں نام نہیں ہے

خورشید اشرف علیاادلی

تاریخ شاہد ہے کہ جب بدیس سے آئے ہوئے خود ساختہ گورے آقاؤں نے ملک کے کروڑوں انسانوں کو اپنے چنگیزی مظالم کا نشانہ بنانا شروع کیا اور عوام پر ایسے لرزہ خیز مظالم ڈھائے جن کی مثال بربریت کی تاریخ میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی تو ملک کے سیکڑوں انسانوں کے دلوں میں ان غیر ملکی ظالموں کے خلاف نفرت و حقارت کا طوفان امڈ پڑا ان ننگ انسانیت گورے درندوں کو ملک سے باہر نکال پھینکنے کے لئے مردوں کے دوش بدوش ملک کی عورتیں بھی میدان میں آگئیں چنانچہ نہ صرف بیگم محل اور رانی جھانسی کی تلواریں میدان جنگ میں کوندتی ہیں بلکہ کانپور کی عزیزن اور میرٹھ کی عورتیں بھی جذبۂ آزادی سے سرشار نظر آتی ہیں۔

یہ تھا جذبۂ حریت جس نے تمام ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً انگریزوں کے خلاف سر جوڑنے پر مجبور کر دیا، چنانچہ ایک جان دو قالب ہو کر مختلف ادوار میں مختلف سرفروشوں نے اس آزادی میں سر دھڑ کی بازی لگا دی اور کفن بردوش ہو کر انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تحریک آزادی کا یہ شرارہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سینہ سے بلند ہوا اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے خرمن سامراجیت کو خاکستر بنا دیا اور پھر اس تحریک کو سید احمد شہیدؒ مولانا اسماعیلؒ اور ٹیپو سلطان جیسے جانباز مجاہد مل گئے جنہوں نے اپنے خون کے چھینٹوں سے دامن سامراجیت کو ایسا رنگ دیا کہ تا قیامت اس کا نشان مٹ نہیں سکتا بلکہ ان کی بہادری اور جانبازی کی مثالیں بھی ایسی ہیں جو تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھی جائیں گی، شہیدان بالاکوٹ نے اپنے خون کے ایک ایک قطرے سے مسلمانوں کے اندر وہ آزادی کی لگن پیدا کر دی کہ جس نے تادم زیست مولانا ولایت علی مرحوم اور ان کے بھائی مولانا عنایت علی مرحوم کو اس تحریک کا میر کارواں بننے اور علم حریت کو پوری قوت سے اٹھائے رکھنے پر مجبور کر دیا صادقان صادق پور نے اس علم کے نیچے جمع ہو کر اپنے خون کے آخری قطرے سے اس چمن حریت کی ایسی آبیاری کی کہ پندرہ اگست ۱۹۴۷ء کو صبح درخشاں نمودار ہوئی اور مشام جان کو معطر کر گئی ان کشتگان خنجر تسلیم کی ایک طویل فہرست ہے جس کو سننے کے لئے پتھر کا کلیجہ اور لکھنے کے لئے درد آشنا قلم درکار ہے مقصود ان داستان پارینہ کی یہ ہے کہ جس طرح ہندوستان میں پھیلے ہوئے مختلف مذاہب کے لوگوں نے اس تحریک آزادی میں نمایاں حصہ لیا ہے ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کا بھی اس باب میں بہت اہم رول ہے مگر ملک کے تاریخ نگاروں کا کتنا بڑا ظلم ہے کہ اس مقام پر پہنچ کر یہ بھول جاتے ہیں کہ مسلمانوں نے اپنے سیکڑوں سپوتوں کو آزادئ وطن کی خاطر تختہ دار و رسن کے سپرد کر دیا مولانا جعفر محمد تھانیسری مولانا احمد اللہ صادقپوری، مولانا عبدالرحیم صادقپوری نہ جانے کتنے علماء نے ایسی فروشانہ خدمات انجام دیں کہ جن پر آج تک جزیرۂ انڈومان کے در و دیوار شاہد ہیں۔

اگر کچھ بھی دیدۂ عبرت ہے تو اے ملک کے کور چشم تاریخ دانو! آؤ ہم تمہارے سامنے تواریخ عجیب، تذکرۂ صادقہ، الحیات الممات کا ایک ایک ورق کھول کر رکھ دیں پھر تم کو نظر آجائے گا کہ اسلام کے جانبازوں نے آزادئ وطن کی خاطر بے انتہا خدمات انجام دیئے ہیں اور ان عاشقان حریت نے دشت جنوں کی ایسی خاک اڑائی ہے کہ یاد قیس و فرہاد کو بھی گرد آلود کر کے رکھ دیا ہے۔ کتنے رنج و الم کی بات ہے کہ ان سرفروشوں کے ناموں کو بھی تاریخ کے صفحات سے نکال کر باہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جنہوں نے صبح آزادی تک اپنی بے پناہ جانبازی کا ثبوت دیا ہے مثال کے طور پر میاں نذیر حسن صاحب محدث دہلوی، نواب صدیق الحسن بھوپالی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، فدائے حریت مولانا محمد داؤد صاحب، حضرت امداد اللہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی مولانا عبدالقادر غزنوی، مولانا سیف اللہ بنارسی، سید محمد امین غازی و دیگر علماء حق کی ایسی ایسی جانبازانہ خدمات ہیں جن کو ایک کم نگاہ قلمکار تو پس پشت ڈال سکتا ہے لیکن تاریخ عالم پر قلم اٹھانے والا ایک عادل تاریخ نویس جب عالم کے مد و جزر کو بیان کرتے کرتے ہندوستان کی تاریخ آزادی کا ذکر کرنے پر آئے گا تو ان بزرگان کی خدمت کو سرفہرست لکھنے پر اپنے آپ کو مجبور پائے گا لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ سے ہماری آنے والی نسل کو بالکل بے بہرہ کرنے کی مکمل سازش ہو چکی ہے اور اگر اسلام کے قلمکاروں نے اس طرف فوری توجہ مبذول نہ کی تو نہ یہ کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ مسخ ہو جائے گی بلکہ آئندہ کے لئے تحریک کے اندر کوئی جان بھی نہ رہ جائے گی اس لئے کہ ماضی کے شاندار تاریخ پر مستقبل کے پروگراموں کی راہ متعین کی جاتی ہے امید ہے کہ سربراہان ملت بہت جلد اس طرف توجہ فرما کر ہماری اور ہمارے جیسے بہت سے افراد کی خلش کو دور فرمائیں گے۔

بقیہ: قاضی ایاس بن معاویہ

اس مال کو فیصلہ ہونے تک کسی محفوظ اور امانت دار ہاتھوں میں بحفاظت رکھنا ہے اس نے کہا میں یہ خدمت بجا لانے کے لئے تیار ہوں، اس مال و اسباب کی پوری حفاظت کروں گا۔ قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ کیا اس سے قبل تمہارے پاس امانتیں رکھوائی گئی ہیں اور تم نے واپس کر دی ہیں، اس نے کہا کہ مجھ کو شہر کے سربرآوردہ اور معزز لوگ جانتے ہیں اور مجھ پر پورا بھروسہ کرتے ہیں، کسی نے میری دیانت اور امانت داری پر کسی شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا ہے، قاضی ایاس نے اس تاجر سے کہا کہ اچھا تو جاؤ اپنی الماری مال و متاع رکھنے کیلئے ٹھیک کر دو اور اس کمرہ کو جس میں یہ سامان رکھنا ہے مزید محفوظ بنا لو اور امانت لے جانے کے لئے کل مزدور لے کر اسی وقت حاضر ہو جاؤ۔

تاجر بہت خوش خوش واپس ہوا۔ اتنی بڑی دولت بطور امانت کے حاصل کرنے کی آرزو میں وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا تھا اس نے سوچا کہ یہ مال وزر میرے پاس رہے گا نہ معلوم متنازعہ گروہوں کا کب فیصلہ ممکن ہے قاضی وفات پا جائے، میں اس مال میں سے بطور قرض کچھ لے کر اپنی تجارت کو مزید فروغ دوں گا اور اس سے بے پایاں نفع کماؤں گا۔ ادھر جب ابوزید قاضی صاحب کے پاس پہونچے تو انھوں نے کہا کہ اب تم اس تاجر کے پاس جاؤ اور اپنی امانت واپس کرنے کا مطالبہ کرو، چنانچہ ابوزید نے جا کر اپنی امانت طلب کی پہلے تو اس نے کچھ ٹال مٹول کی پھر کسی حد تک آمادگی ظاہر کی یہ رویہ دیکھ کر ابوزید نے کہا کہ اگر تم نے امانت واپس نہ کی تو میں قاضی ایاس کے پاس جا کر ان کی خدمت میں مقدمہ پیش کروں گا یہ سن کر اس شخص نے پوری امانت بلا کم و کاست واپس لا کر دے دی اور معذرت کی کہ اس کا مقصد خیانت کرنے کا نہیں تھا بلکہ وہ مذاق اور چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا، ابوزید نے قاضی ایاس کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا کہ اسے اس کا سامان پورا کا پورا مل گیا ہے، دوسرے دن وہ تاجر مزدوروں کے ہمراہ قاضی صاحب کے پاس پہنچا تاکہ خزانہ لے کر گھر جائے قاضی صاحب نے اس کو ایسی نظر سے دیکھا کہ وہ گھبرا گیا پھر قاضی ایاس نے ابوزید کے ساتھ جو کچھ اس نے بدمعاملگی کی اس پر ملامت کی اور بازار و شہر میں اس کے بارے میں اعلان کرا دیا کہ یہ شخص قابل اعتماد نہیں ہے۔ جس کے نتیجہ میں اس سے لوگوں نے معاملہ کرنا چھوڑ دیا اور اسے اپنی بے وفائی اور خیانت کی سزا مل گئی۔

گذارش

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کم سے کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے اس کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ منی آرڈر کوپن پر صاف صاف خوشخط پتہ لکھیں۔ اگر جدید خریدار ہوں تو اس کی صراحت ضرور کر دیں۔ جواب طلب امور کے لئے جوابی خطوط ارسال کریں۔ شکریہ — منیجر

عالم اسلام

وصاف عالم ندوی

اسرائیلی اقتدار کی تبدیلی بظاہر ایک خوش آئند تبدیلی

اسرائیل میں وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالتے ہی لیبر پارٹی کے صدر اسحاق رابن نے سابق اسرائیلی حکومت کے برعکس مشرق وسطیٰ امن مذاکرات کی بات شروع کردی ہے مزید مقبوضہ عرب علاقوں میں یہودی بستیوں کی تعمیر موخر کردی ہے مزید یہ بھی اعلان کردیا ہے کہ یہودی کالونیوں سے متعلق سابق حکومت کی کسی بھی تجویز کی تنفیذ کے لئے پارلیمنٹ کی منظوری ازسرنو لازمی ہے — یہ ذہن میں رہے کہ سابق حکومت نے مزید ۱۳ ہزار کالونیوں کی منظوری دے دی تھی لیکن ابھی تعمیر کا کام شروع نہیں ہوا تھا جبکہ ۱۹۶۷ء سے لے کر اب تک ۱۴۰ کالونیاں تعمیر ہو چکی ہیں جن میں تقریباً ایک لاکھ پندرہ ہزار یہودی آباد ہیں۔

(الاخبار ۳۰ر۷ر۹۲)

صدر بوضیاف کا قتل۔ حقیقت کیا ہے — ؟

الجزائر میں شاذلی بن جدید کے مستعفی ہونے کے بعد استقرار امن کے لئے صدر بوضیاف ۱۶ر جنوری کو بحیثیت صدر الجزائر واپس بلائے گئے اور ۲۹ جون کو انابا میں ایک دھماکے کے بعد اپنے ہی ایک باڈی گارڈ کی گولیوں کا نشانہ بن گئے اخبارات نے اس سلسلہ میں مختلف سوالات اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ آخر اس کے پس پردہ راز کیا ہے حال میں اس حقیقت سے ایک اخبار جبارات نے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ اگر صدر بوضیاف بم دھماکہ اور گولیوں کی باڑھ سے بچ بھی جاتے تو کھانے کی میز پر پہونچ کر ہلاک ہو جاتے کیونکہ ان کے لئے جو کھانا تیار کیا گیا تھا اس میں سم قاتل کی آمیزش تھی اور بعد میں اس ڈش کو لینے والے ہلاک ہو گئے۔

صدر بوضیاف کو ہلاک کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ وہ اسلامی نجات دہندہ جماعت سے کوئی سیاسی تصفیہ کرنا چاہتے تھے اور غالباً عید سے چند یوم قبل اس جماعت کے تین ہزار افراد کی رہائی اور ساتھ ہی جوٹی کے قائدین کے خلاف مقدمہ کی سماعت (جس میں انھیں سزائے موت سنائی جانے والی تھی) کی معطلی اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں — دوسری طرف فوجی کرپشن کو دیکھ کر بھی وہ پریشان رہا کرتے تھے اور اس پر ان کو تنبیہ بھی کی تھی کہ وہ اپنے یہ اطوار تبدیل کریں ساتھ ہی بعض اعلیٰ فوجی افسروں کے خلاف بڑے پیمانے کی خرد برد کے الزام میں تحقیقی کارروائی کا حکم بھی دیا تھا یہ سب وزیر دفاع اور دوسرے جنرلوں کو راس نہ آیا اور صدر بوضیاف کو راستے سے صاف کر دیا۔

مائیک ٹائسن کا قبول اسلام مغربی ذرائع ابلاغ کی روشنی میں

مشہور زمانہ ہیوی ویٹ چیمپین مائیک ٹائسن (جو اغوا دست درازی عصمت دری جیسے الزامات میں ملوث ہیں) اور جس کی پاداش میں جیل میں اپنی سزا کی نو سالہ مدت کاٹ رہے ہیں) کا قبول اسلام جرنلسٹوں اور فوجی ذرائع ابلاغ کے حلقوں میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔

مغربی ذرائع ابلاغ نے خبر دی ہے کہ ٹائسن اپنی موجودہ ذلت آمیز شکست خوردہ زندگی سے سخت مضطرب تھے اور اس سے خلاصی کی راہیں تلاش کر رہے تھے دوسری طرف صحافیوں کی بار بار کی ملاقاتوں اور ان کی تجسس آمیز باتوں سے تنگ آ چکے تھے انھوں نے چند صحافیوں کے درمیان (جو اس وقت اسی غرض سے وہاں حاضر تھے) کہا کہ آج کل میں مذہب اسلام کے سلسلے میں غور و فکر کر رہا ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ان ذلت آمیز حالات سے مجھے اگر کوئی نکال سکتا ہے تو محض دین اسلام ہے — لہٰذا چند ہی دنوں کے بعد اس نے جیل کے گارڈ سے کہا کہ وہ خطبہ جمعہ میں شرکت کے لئے میرا ساتھ دے لہٰذا جارجیا کی ایک مسجد میں خطبہ میں شریک ہوا اور نماز کے بعد اس نے امام مسجد شیخ جمیل سے ملاقات کی اور کہا کہ وہ برضا و رغبت دین اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے لہٰذا وہ مجھے دین اسلام میں داخل کرے اور ایک مختصر کلام کے بعد کلمہ شہادت ادا کر کے مذہب اسلام کی طلائی زنجیر اپنی گردن میں ڈال لی۔ بعد میں انھوں نے امام مسجد سے کہا کہ وہ مزید تعلیمات اسلام سے روشناس کرائے اور پھر ایک طویل گفتگو کے بعد میں مسلمان ہو گیا" "میں مسلمان ہو گیا" کی تکرار کرتے ہوئے واپس ہو گیا اب ان کا حال یہ ہے کہ انھیں مسلم جرنلسٹوں کا انتظار رہتا ہے تاکہ دین اسلام کی تفصیلات معلوم کریں۔

اس نے ایک ملاقات کے دوران کہا کہ سابق چیمپین محمد علی کلے آج جس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اس کی وجہ محض اسلام ہے اس لئے میں بھی چاہتا ہوں کہ دائرۂ اسلام میں آکر عزت و وقار کی زندگی بسر کروں ان کو اسلام سے ایسی شیفتگی ہو گئی ہے کہ ان پر ندامت کا غلبہ ہے کہ میں پچھلے ایام ہی میں کیوں نہ مسلمان ہو گیا اگر ایسا ہوا ہوتا تو آج مجھے ان مشکلات اور احساس شکست و ذلت، نکبت کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور جرنلسٹوں اور ذرائع ابلاغ کے لئے سامان تفریح طبع نہ بنا ہوتا۔ (الدعوۃ ۹ر۱۳ر۱۴۱۳ھ)

آسٹریلیا میں پہلی اسلامی مرکزی انجمن

آسٹریلیا کی راجدھانی سڈنی میں انجمن جمعیۃ اسلام نے مرکز اسلامی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا ہے یہ مرکز ایک مسجد، ایک مدرسہ اور دیگر ذیلی شعبوں پر مشتمل ہے اس کی تعمیر میں تقریباً ۹ لاکھ ڈالر کا صرفہ آیا ہے جو ملیشیا کے ایک صاحب خیر نے ہدیہ کیا تھا۔

افغانستان کی نئی اسلامی حکومت میں عورتوں کو ووٹ کا حق دیا جائیگا

افغانستان کے وزیر اعظم استاذ فرید نے کہا ہے کہ ملک میں نئی اسلامی حکومت کے تحت عورتوں کو حق خود ارادیت کا حق دیا جائے گا کیونکہ اسلام نے عورتوں کے حق خود ارادیت کے سلسلہ میں جس وسیع النظری کا ثبوت دیا ہے وہ دیگر مذاہب میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ شریعت اسلامیہ میں ایسی اساس موجود ہے جس کی رو سے وہ اپنا یہ حق استعمال کر سکتی ہیں۔

صدر عراق کا پیغام خلیجی عوام کے نام

اس وقت جب کہ امریکہ عراق کے خفیہ اسلحہ ٹھکانوں کی تفتیش پر اڑا ہوا اور بصورت دیگر سخت بمباری کی دھمکی دی ہے اور خلیج میں موجودہ بحری بیڑوں کو چوکس رہنے کا حکم دیدیا ہے عراقی انقلاب کی ۲۴ ویں سالگرہ کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے عراقی صدر جناب صدام حسین نے خلیجی ملکوں پر تنقید کرتے ہوئے ان کے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ اپنی اپنی حکومتوں کے تختے الٹ دیں اور امریکہ کے خلاف علم جہاد بلند کر دیں۔

باقی ص۵ پر

WHITE PATCHES

START TEATMENT COLOUR OF WHITE PATCHES CHANGE WITHIN 3 DAYS AND IT IS CURED SOON. FOR TESTING ONE PHILE GIVEN FREE OF COST.

WHY WHITE HAIR

HAIR'S WHITE AND FALL IN THE UNTIMELY THAT STOP AND GREW HAIR INTO BLACK COLOUR. WRITE SOON FOR TEATMENT.

ADDRESS:—
JANAW HAKIM MAULANA AAZAD (N)
P.O. LAL BIGH (NAWADAH) (BIHAR)

مطالعہ کی میز پر

کتاب :- جامع فہرست معارف القرآن (کلاں)
مرتب :- حاجی محمد صدیق (مالیگاؤں)
معاون :- مولانا محمد ادریس صاحب (استاذ معہد ملت)
صفحات :- ۸۸
کاغذ، کتابت، طباعت :- عمدہ
قیمت :- ۲۰ روپیہ
ملنے کا پتہ :- حاجی محمد صدیق، رسول پورہ قومی لائبریری کے سامنے، مالیگاؤں ۴۲۳۲۰۳

اردو زبان کی نئی تفسیروں میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر معارف القرآن کو اللہ تعالیٰ نے بہت مفید اور مقبول بنایا۔ یہ تفسیر علماء، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عوام سب کے لئے یکساں طور پر مفید ہے، تفسیر کے استناد و اعتبار کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا اسم گرامی کافی ہے، تفسیر قرآن کے علاوہ حدیث، فقہ، کلام وغیرہ کے بے شمار افادات معارف القرآن کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں اس طرح یہ تفسیر علوم اسلامیہ کا گنجینہ بن گئی ہے، معارف القرآن آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، زیر تبصرہ کتاب کے مرتب نے ۷۶ عنوانات مقرر کر کے یہ فہرست مرتب کی ہے، مثلاً اگر آپ کو معلوم کرنا ہو کہ توحید، نماز، روزہ وغیرہ کے بارے میں معارف القرآن کی کن جلدوں میں اور کن صفحات پر مواد موجود ہے تو آپ اس کتاب کی مدد کے ذریعہ فوراً معلوم کر سکتے ہیں، دنیا کی اہم علمی زبانوں (عربی، انگریزی وغیرہ) میں ضخیم اور اہم کتابوں کی انڈکس سازی کا طریقہ رائج ہے، انڈکس کی مدد سے کتاب سے استفادہ بڑا آسان ہو جاتا ہے اور مطالعہ کرنے والے کا بہت وقت بچ جاتا ہے، اس کتاب کو معارف القرآن کا انڈکس تو نہیں کہہ سکتے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس "جامع فہرست" نے معارف القرآن سے استفادہ بہت آسان بنا دیا، مرتب کی یہ کوشش بہت قابل قدر اور لائق ستائش ہے، لیکن یہ جامع فہرست" انہیں لوگوں کے لئے مفید ہو سکتی ہے جن کے پاس ربانی بکڈپو دہلی کا شائع کردہ ایڈیشن ہو، کاش کہ مصنف نے دوسرے ایڈیشنوں کو بھی اس فہرست سازی میں شامل کر لیا ہوتا۔

(مولانا عتیق احمد قاسمی)

نام کتاب : رسائل مسیح الملک
مصنف : حکیم محمد اجمل خاں
مترجم : محمد رضی الاسلام ندوی
ناشر : محمد رضی الاسلام ندوی اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علیگڈھ۔
قیمت : ۳۵ر روپے
صفحات : ۱۳۵

پیش نظر کتاب "رسائل مسیح الملک" حکیم محمد اجمل خاں کے طبی رسائل کا وقیع مجموعہ ہے جس کو نوجوان فاضل مولانا محمد رضی الاسلام صاحب ندوی نے بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ اردو کا قالب دیا ہے، اس طرح اس مہر بند مشک کی خوشبو کو وقف عام کر دیا ہے جس کی عطر بیزی سے متعفن فضاؤں کا مداوا بھی کیا جا سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب طبی نقطۂ نظر سے اہل طب کے لئے خصوصاً اور اس فن سے ذوق و دلچسپی رکھنے والوں کے لئے عموماً اپنے محتویات کی وجہ سے بڑی کشش و دلچسپی رکھتی ہے، پہلا رسالہ "التحفة الحامدية في الصناعة التكليسية" ہے جس میں کشتہ جات کی تفصیل، وضاحتیں اور اعتراضات کے جوابات درج ہیں، خاتمہ پر کشتہ جات کے فوائد بھی تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ دوسرا رسالہ "اوراق مزہرہ مثمرۃ" جس میں طاعون کی ماہیت اور اسباب پر مفصل بحث کی گئی ہے، اطباء کے نزدیک حلاوت کی فضیلت کے وجوہ، ان وجوہ کا تجزیہ، خون میں حلاوت اور دواؤں میں شکر کے استعمال کے سلسلہ میں مسیح الملک کا واضح نظریہ پیش کیا تھا اس پر الساعاتیہ میں موصوف نے کلام کیا ہے جو شامل کتاب ہے، اس کا نام الساعاتیہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اسے انھوں نے صرف ایک گھنٹہ میں املا کرایا تھا، دیگر رسائل جو شامل اشاعت ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) البيان الحسن بشرح المعجون المسمى بالكسير البدن (۲) خمس مسائل (۳) الوجيزه (۴) القول المرغوب في الماء المشروب، آخر میں ایک ضمیمہ بھی بعنوان "التحقيق المطلوب في الماء المشروب" درج ہے۔ یہ رسائل اپنے موضوع پر پر مغز اور بے حد مفید ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں جبکہ ایسی شخصیت کے سرمایۂ علمی کا نچوڑ ہیں جو اپنی طبی فائق اور معالجاتی کمالات ہی سے معروف نہیں بلکہ حذاقت و شعور فن کا آئینہ دار بھی ہے جس کے یہاں قدیم مباحث کی تنقیح و تہذیب کے ساتھ جدید افکار و خیالات کے تناظر میں طبی مسائل کو پیش کرنے کی بھرپور کوشش بھی کی گئی ہے، مگر طب کی شناخت اور اس کی بنیادی قدروں کا پوری طرح لحاظ بھی رکھا گیا ہے، لہٰذا اہل ذوق کے لئے بہترین سوغات ہے

نام کتاب : طبی لغت نویسی کے مبادیات
مصنف : حکیم محمد اجمل خاں
مترجم : محمد رضی الاسلام ندوی
پتہ : اسلامک بک ہاؤس شمشاد مارکیٹ علیگڈھ یوپی
صفحات : ۷۹
قیمت : درج نہیں۔

ہر علم و فن اور زبان کے لئے معتبر و مستند قاموس لغت کی ضرورت ہوتی ہے، تاکہ صحیح معنی، تلفظ اور محاورات و استعمالات کا علم ہو سکے طبی لغات پر حکیم محمد اجمل خاں ایک مستند کتاب تصنیف فرمانا چاہتے تھے لیکن گوناگوں معروفیتوں کی وجہ سے یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ البتہ اس کا آغاز انھوں نے مقدمہ "اللغات الطبیہ" سے کر بھی دیا تھا۔ جس میں طبی لغت نویسی کے قواعد و ضوابط اور مبادیات بیان کئے ہیں اور وہ اصول بھی درج کر دیئے ہیں جن کی رعایت اصل کتاب میں ملحوظ رکھی جاتی، ہر چند کہ یہ عمل پورا نہیں ہو سکا، لیکن یہ مقدمہ خود اپنی افادیت میں ایک مستقل تصنیف سے کم نہیں، اس طرح مصنف مقدمات میں ایک مستحسن اضافہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

فاضل مترجم جو ایم ڈی اسکالر ہیں اور اس فن پر اچھا مطالعہ رکھتے ہیں، بجا طور پر مستحق تھے کہ اس مبارک کام کی ذمہ داری قبول فرمائیں، الحمدللہ انھوں نے بحسن و خوبی اس کو انجام دیا ہے۔ پیش نظر کتابچہ اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں کا حسین مرقع ہے، اس مقدمہ میں جگہ جگہ حکیم اجمل خاں کی میدان طب میں عبقری شان نمایاں ہے، اور ان کی اجتہادی صلاحیت اور وسعت نظری کا پتہ چلتا ہے۔ مصنف موصوف نے اس مقدمہ کے سلسلہ میں یوں تحریر فرمایا ہے

"جب میں نے دیکھا کہ اس فن کی مشہور کتابیں بھی غائرانہ مطالعہ کرنے پر درجہ اعتبار سے گر جاتی ہیں تو ارادہ کیا کہ طبی لغت کی ایک ایسی جامع کتاب تصنیف کروں، جو شوائب سے پاک و صاف ہو اور آب چشمہ حیواں کی طرح خالص ہو، لیکن میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کام شروع کرنے سے پہلے ایک مقدمہ تصنیف کروں جس کی حیثیت کلیات کی ہو، اس کے بعد اصل کتاب کی تصنیف شروع کروں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ صدق و راستگی کی توفیق عطا فرمائے۔

(مولانا محمد خالد ندوی)

خریدار حضرات

آج کل ڈاک کا نظام بعض جگہوں پر بہت ہی خراب چل رہا ہے تعمیر حیات بعض لوگوں کے پتہ پر دو دو مرتبہ روانہ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی نہ ملنے کی شکایت رہتی ہے ایسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہماری ایجنسیوں سے رابطہ قائم کریں اور اپنی قریبی ایجنسی سے پابندی کے ساتھ تعمیر حیات خریدیں اور جن حضرات کے شہر میں ایجنسی قائم نہیں ہے وہ اپنے شہر کے بکسیلر سے مل کر تعمیر حیات کی ایجنسی لینے میں تعاون کریں کیونکہ ایجنسی کا نظام فی الحال قدرے بہتر ہے۔ جو ایجنٹ لکھ کر شرائط ایجنسی معلوم کریں۔